

MARCH

تھجی دیوبند  
ماہنامہ

لایکنیر: عالم عثمانی

2/-

د ر د سے  
د ف سے بغاں جائی

قادر تیاری میں ہی چلے



AR

M. Yousuff Ali Khan.  
BANGALORE. 6

چھبیسیوں سال کا دشواں شمارہ



ایڈیٹر: - عامر عثمانی



اس دائرے

میں سرخ نشان ہے تو بھیجئے اس پر آپ کی خیردادی ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجنی یا دی پی کی اجازت دیں۔ آئندہ خیرداد بھی رکھنی ہوتی بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں کلام پر چڑھوئی پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا۔  
منی آرڈر بھیج کر آپ دی پی خرچ سے سچ جائیں گے۔

سالانہ تیسرا روپے — فی کاپی دو روپے

امریکہ۔ انگلینڈ۔ ناگیریا۔ کنیڈا۔ زانس۔ انڈنیشا سے بذریعہ بحری ڈاک دو روپے۔ بذریعہ ہوائی ڈاک ہو روپے۔  
حرین۔ افریقہ۔ سعودی عرب۔ قطروغیرہ سے بذریعہ بحری ڈاک ایک روپے دس شلتک بذریعہ ہوائی ڈاک تین روپے۔

## فہرست

حوالہ اتنی ..... (ادرہ) ..... ۵	عامر عثمانی ..... ۱۱
آغاز سخن ..... ۱۱	عامر عثمانی ..... ۱۱
جلی کی ڈاک ..... ۳۳	میلانامودودی کی مجلس (ایشیا الامور) ..... ۲۶
قطعاً ..... ۲۲	عامر عثمانی ..... ۲۲
رسول اللہ کا خاندان ..... ۳۵	میلانامودودی علی مودودی ..... ۳۵
نور ایمان سے ضمیر کا اعجاز ..... ۳۵	شیخ بیسف القرضاوی ..... ۳۵
قادیانیت کے حبیب کیاں ..... ۵۵	عامر عثمانی ..... ۵۵
غذیل ..... ۵۸	قصاصین غصیل کیف گزاری ..... ۵۸
اہل ایمان کی راہ ..... ۵۸	میلانامودودی ..... ۵۸
سید سے سیخانت کا ..... ۵۹	ملائیں العرب ..... ۵۹
کھرے کھوئے ..... ۵۹	عامر عثمانی ..... ۵۹

پرو پر اسٹر، ایڈیٹر، پرنٹر، پہلیش  
عامر عثمانی ولد مطلوب الرحمن  
تو میت۔ ہندستانی  
پیرسے بہترین علم کے مطابق یقینیات  
صحیح ہیں۔ عامر عثمانی

— اسلامی پولیس۔ دیوبند



مل جائے گا۔ آپ جس قسیم شورے سے سفر فراز فرمائیں، اتنا ہی بہتر ہو۔ ملا ابن العرب مکتی بھی کہا تی نبیر کے سلسلہ میں شست پڑا ہوا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ محلی کا ونڈ کسی کر دٹ بیچنے تو میں بھی جو کڑی بھروس۔

ایک اور بات بھی مشورہ طلب ہے ”کہاں نبیر“ کی ایک تو یہ صورت ہے کہ محلی کے باقی اہم کالمث اعلیٰ ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ تمام کام تمام ”ملا“ ہی مشتمل ہو۔ پہلی صورت میں خفامت کافی برداشت جائے گی کیونکہ نبیر کی رعایت سے کہاں کو بہر حال طویل ہوتا ہے۔ خفامت برداشت کا مطلب ہے قیمت میں اضافہ۔ انا ازاً پاچرہ ڈینگ تو یعنی سکنی ہے۔ حالانکہ دوسرا شکل میں اندراز دیہے کہ تمین روپیہ میں کام حل جائیگا سالانہ خریداروں پر تو دلوں ہی صورتوں میں کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن جو بے شمار شاائقین ایکھنڈوں سے پرچہ خریدتے ہیں افسوس بخیارائے سے فرور مطلع کرنا چاہئے۔ ہم چاہ رہے ہیں کہ ”کہاں نبیر“ اب زیادہ موخر نہ کیا جائے۔

آج ہم تحفے کے مختص فارمین سے ایک مشورہ لینا چاہتے ہیں۔ رسالہ کا کاغذ پچھلے سال جس قیمت پر ملتا تھا۔ اب اس سے تنگی قیمت ہو چکی ہے (یہیں بلکہ سفید یازار میں) اس کے مقابل محلی کی قیمت ڈینگ دردپے سے دردپے کی گئی مگر واگنی بھی نہیں، اب غلام ہر ہے کہ اس صورت حال سے آمد و حسرہ کا انداز بھگتا ہے ہی چاہئے تھا۔ لیکن اکثر زیادہ دلوں تک برداشت کرنا اپنی ہی جڑیں کھو دنے کے مزادف ہے اس لئے دو علاج فی الحال ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ قیمت فی پرچہ کم از کم ڈھانی روپے کر دی جائے دوسرا یہ کہ قیمت دو ہی روپے رکھتے ہوئے سو لہ صفائی گھٹاد سے جائیں۔

دوسری صورت برداشت کی تکلیف وہ ہے صفات اب بھی مرضیں کی نسبت سے کم ہیں۔ مزید کی اور بھی دسم مکمل ویگی اور فادیت بہت میں ود ہو کر رہ جائے گی پہلی صورت آپ کے جتنی انسانی پر خصیر ہے۔ آپ یا زار پر نظر ڈال لیں۔ اتنے صفات کا کوئی پرچہ آپ کو دردپے میں نہیں ملے گا۔ ہم ہمیزوں سے محلی کی مالی بہبیا دوں میں نہیں دیکھ رہے ہیں اور سچ پرچہ کوئی کہاں نہ سبب ہو سکی اسی لئے ٹلانے کا سلسہ جاری ہے۔ نبیر اگر نشیشا رائے جھپٹ کیا تو ادارے کے نفعان میں کمی اضافہ ہو جائے گا۔ لہذا آپ ہی مشورہ دیکھنے کو ہم سیاکریں۔ یہ تو ہر جا ملٹا ہو گا کہ ہم اور آپ تباہی کو یقین مل کر مر جانے کی اجازت دیں۔ تدبیر نہ سب کا وضن ہے۔ نتائج بے شک اللہ کے ہاتھ ہیں۔

جس وقت یہ سبیر کمی چاہی ہو، ہیں یقین۔ یہ کہ یہ شمارہ آپ کو ٹھیک وقت پر یعنی مارش کے پہلے پختہ میں

## پاکستانی حضرات

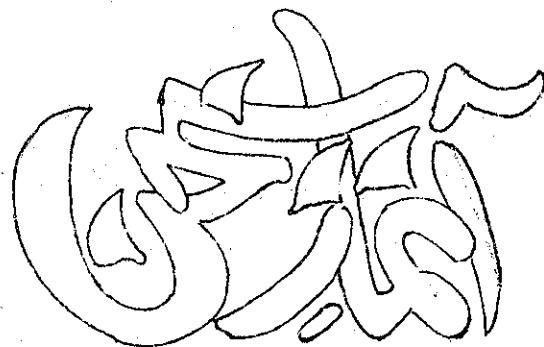
پاکستانی حضرات سالانہ خریداری کے لئے ۲۵ روپے کا منی اور درج ذیل پتہ پر بھیں : -

مکتبہ شناختیہ ۳۴۸ میانا بازار  
پیر بخشن کالوں کی اچانکی

چھمنی اور ڈریوں ہر جا نے کی جو محلی رسید اپس آئے اسے ہمکے پاس لفانے میں سمجھیں۔ پرچہ جاری ہو جائے گا۔

میں بخشنی۔ محلی افس دیوبند

(یو۔ پی) انٹریا



کوئی بھی کاڑی ہمیں راست سے پہنچنے نہیں مل سکتی  
تھی اور سارے دن ریلوے اسٹیشن پر پڑا رہنا حاجق  
پڑتا۔ حفیظ صاحب کی خوبی یہ ہے کہ خدا نہیں کرتے  
تیکسی کے بجائے وکٹوریہ میں بیٹھ کر ہم نے ابر انہم  
رحمت اللہ روڈ کا رخ کیا۔ وکٹوریہ کا انتخاب میں نے  
ہمی کیا تھا کیونکہ وہ مجھے بہت پہلے سے پسند ہے اس  
پر بیٹھ کر کچھ اپنی احساس ہوتا ہے جیسے مغلیہ زور  
لوٹ آیا ہے۔ وکٹوریہ نام تبعید کا ہے پہلے اسے بھی  
ایشکرم کہا جاتا تھا۔ دو دو طوڑے جتنے تھے۔ اب  
ایک ہی حصتا ہے تیکسی میں توجہ چاہئے جہاں چانہ  
بیٹھ جاؤ مگر وکٹوریہ سوا میں بھی کہاں نصیب۔  
تجھی کے طفیل نہیں میں ناچیز کے جہر باذوں کا اچھا  
خاص احقرت ہے لیکن ہلاک کے بعد جب بھی بھیتی چانا  
ہوا قیامِ جماعتِ اسلامی کے ذفتریں رہا۔ یہ ذفتر  
صف تھرا ہے اور اس کے لیکن بھی تھرے ہیں طفیل  
اور متواتر۔ اس مرتبہ ذرا سی خلش یہ تھی کہ طلاقی  
تلثت گی، بحث میں جناب مس پیرزادہ پر لے دے

افق میں نظر آنے والا بھائی بحری جہاز سے گیسا  
لگتا ہے یہ بتانے کی چیز نہیں دیکھنے اور حسوس کرنے  
کی چیز ہے۔ ادھی عمارتوں کے آہستہ آہستہ بلند  
ہوتے ہوتے پیش منظر میں جگ مگ کرتے تارے  
جو سوچ کی گرنوں اور یاتی کی مضطرب اہروں کے  
اختلاط سے سلسیں بن گئی تھے۔ سمندر کا کنوارہ  
خوابصورت ہلانگی حمر لئے ہوتے۔ ملک ملک کے دیو پیکر  
جہاز ادھر ادھر نکر ڈالے ہوتے۔ جسے پہرے دار  
ایستادہ ہوں۔ پھلی ہوئی چاندی جیسا غبار فضما میں  
ہریں لیتا ہوا۔ نہ جانے کتنی بار زبان پر قدم ارک اللہ  
احسن الخالقین کے افاظ آتے۔

صحیح دس بجکر دس مذٹ پر جہاز کنائے لگ  
گیا تھا۔ اب میں اور حفیظ صاحب دونوں ہی طعن  
ہو گئے تھے کہ سمندر میں ذوب بے بغیر ٹھہر جنچ جائیں گے  
موصوف نے راستے ظاہر کی کہ کودی سے سیدھے  
ریلوے اسٹیشن چلیں۔ میں نے اسے مسترد کر دیا کیوں کہ

سچتا ہوں عمر کے سولہ دن ختم ہو گئے۔ ختم تو انھیں بہر حال ہونا ہی تھا لیکن جن مشغول بیتوں میں ختم ہوتے ہیں انھیں کراما کا تبین کس خانے میں لکھیر گئے۔ یہ بڑا تشویش انگیز سوال ہے۔ شاعری جس کا پیشہ ہے وہ تو یہ سوچ کر دل اور ضمیر کو تسلی دے سکتا ہے کہ رزق کی جگہ وہ بھی عبادت ہی ہے۔ رزق کا رزق اور داد کی داد۔ انھیں ضمیر کو کیا طفل تسلی دوں۔

## دلیل کے نام پر فضول گوئی

ہم نے جس خطے کا انہمار کیا تھا وہ اچھی خاصی رفتار سے روپا ہو ناشرہ رہا۔ ایعنی قادیانیت کے پروپریٹر کا نوزور ہوا۔ ڈاک میں ہر جو تھے پانچوں روز کوئی پہنچت یا کوئی کام پہنچتا ہے پس پڑا خبار ایسا آجاتا ہے جسے دیکھ کر سینہ سے سرداہ ایکسر کر لیوں تک آتی ہے اور دل پر چوت لکھتی ہے کہ یا اللہ یقیناً خود کا مدعا انسان حماقتیں اور گمراہیوں کے کس سخت الشری تک جا کردم لے گا۔

پڑھنا تو ایسی چیزوں کا مشکل ہی ہے لیکن یہا را فرض منصبی کچھ ایسا ہے کہ دل پر پھرا اور سر پر یا تھ رکھ کر پڑھنا ہی پڑھنا ہے۔ پڑھنا اس لئے پڑھنا ہے کہ کہیں ان میں شیطان کی ہدایت کوئی نیاظا ہر فریب استلال کو درج نہیں کر دیگا یا ہے کہ بڑھنے والے اس سے دھوکا کا کھا جائیں۔ ایسے استلال کی حقیقت واضح کرنا سہارا فرض منصبی ہے لہذا اکوفت جھیلیں ہیں اور پڑھتے ہیں۔ اس روح فرمائش نے بہت سا وہ وقت بھی کھایا ہے جسے بصرہ طلب کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہونا چاہئے تھا۔ سو سے اور بصرہ طلب کتابوں کا دھیر سواری ایمان کو رو رہا ہے اور ہم ہیں کہ قادر یا نیست کے تعاقب کی فکریں دبليے ہوئے جا رہے ہیں۔

خیر۔ پتے کی بات سب بھائی سن لیں۔ پھیل

کر چکا ہوں جو جماعتِ اسلامی نہارِ اشتر کے امیر ہیں اور دفتر کے ہمیڈ بھی قدرتہ وہی ہیں۔ ایسا نہ ہو گرانی جھویں کریں۔ لیکن دل اس خلاش کو اہمیت نہیں دے رہا تھا کیونکہ ختم موصوف کی وسعتِ ظرف اور حسن اخلاق کا تجربہ پہلے کئی بار ہو چکا تھا۔ سادہ دل، میک خواہ اور دوست نہ افراد۔ دفتر کے دیگر تعلقیں نے بھی ہمیشہ احسان و نوازش ہی کا اسوہ پیش کیا تھا۔

نداد کا شکر ہے ذہنی خلش کے مقابلے میں دل کی جیت ہوئی اور ختم پر زادہ سہمت بھی اجنب گر محنتی اور محبت سے میں آئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاۓ خیر دے۔

جی تو جاہتا ہے کبھی بھی کے چار ورزہ قیام کا ماحال تفصیل سے لکھا جائے مگر ان فہلویات کے مقابلہ میں کام کے موضوعات قلم پر کھڑے لے رہیں صفحات کم پانیں زیادہ۔ اچھا ہی ہے کہ قصہ محققہ کر دیا جائے۔ قصہ سہی بھی کیا ہے۔ بس یہی کہ ارباب ذوق نے پے در پی کی شعری شستیں کیں۔ بعض میں ہم دو ہی نے سامعین کو جھلکایا بعض میں اور بھی مقابی شعراء نے ساعدت نوازی کی۔ حقیقت اصحاب کو ملازمیت کی جگوری نہ ہوتی تو اجنب اچھی ہمیں اور وہ کہا جاتے تھے۔ میں بھی معدود رہی ہو چکیا تھا کیونکہ جس حصہ نہیں کا نام گلا ہے وہ پتھری مار کر بیٹھ گیا تھا۔ بات بھی بجے تو کان سے منہ لگا کر۔

بمدی سے دیوبند تک پہنچنے کی کہانی لطف ہے۔ کوئی حادثہ یا دراہمی میوڑ اس میں پیش نہیں آیا۔ بلکہ بغیر روزگش کے بھی آرام کی مل گئی تھی۔ دیوبند ہنگریوں لگا جیسے جان بھی لاکھوں پائے۔ بار بار پیچاں خواہ ذہن میں الحصہ لیاں کرتا رہا کہ الگ و اسے پانی کا جہاز بھی نہ ملتا اور ہم دونوں شاعرین شفستہ حال پیریں چل کھڑے ہوتے تو شاید قیامت میں راستے ہیں مل جاتی۔

ہمارا نقد قسطوار آپ کے سامنے لائے گا۔ نتیجہ شیشون میں سے ایک شو شہر یہ ہے۔

"�یات علیمی کا عقیدہ باطل اور خلاصت عقول ہے کیونکہ وہ عبد لبیر ہے اور عبد لبیر کے نادی جسم کو یہ قوت اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کی ہے کہ وہ ہزاروں سال اپنی بے اصلی کیفیت سے زندہ رہے اور اس میں کوئی تغیری پیدا نہ ہو۔ اسی بارے میں ارشادِ ربی ہے وہ ما جعلنا هم جنساً اللہ یا کلوں الطعام را وہ ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔ (سورہ الانبیاء) یعنی اس بادی جسم کے لئے دنیا وی لو ازیات کھانا پیدا ضروری امر ہے۔ اسی طرح آپ کے اس باطل عقیدہ جیات جسمانی پر اللہ کی لعنت ہے اور عالمِ اسلام کو تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بخشش تحریر رسول اللہ سے پہلے ہو چکی اور وہ بنی اسرائیل میں اپنا کام انجام دے کر زندہ بعد الموت آسمان پر شریف لے گئے۔"

اس خامد فرسائی کا سہرا جن حباب کے سر ہے وہ اگر علم دین سے لے ہرہ اور فکر و تفہیم سے محروم نہ ہوتے تو قادیانیت کا فریب ہی کیوں کھاتے۔ نادان آدمی کو کب شعور ہوتا ہے کہ میری نادانی نکس دگری سکت ہے کیونکی ہے۔ خور کیا جاتے تو یہ علم کلام صریح جھوٹ بدترین جھالت اور عبرت ناک بد عقلي کا جھوڑ ہے۔ حضرت علی زندہ آسمان پر اٹھاتے کئے نادانیا میں وفات پائے، اس موضوع پر بحث ہے اسی میں کریں گے۔ یہ بحث تو کسی اہل علم سے کی جاستی ہے، جانلوں اور سفیہوں سے نہیں۔ یہ بھی ہم نہیں اپنی کو جو شخص جیات علیمی کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے۔ اگر قادیانی حضرات وفات علیمی کی بنیاد پر کفریات

شارے سے "قادیانیت کے جیتو گیریاں" کا عنوان دے کر ہم جس کتاب پر سلط مارٹم کر رہے ہیں وہ انشاء اللہ ایسا ہے کہ قادیانی مشکلین کے علیمی افلوس ذہنی اخ روی اور بذریاں سزاگی کو اچھی طرح واضح کر دے گا۔ اس کتاب پر میں جو مواد مصنوف نے جمع کیا ہے وہ شاید قادیانی حشرست کی مارٹل کی محنت کا نکرہ اور ان کا چیختی سرایہ ہے کیونکہ جتنے بھی اپنے غلط وغیرہ ہمارے پاس اڑ رہے ہیں ان میں جزوی ترقے کے ساتھ بھی سارے مواد دہرا یا جارہا ہے اور صفاتِ معلوم ہو رہا ہے کہ تم دین سے ہی دامن، قرآن و حدیث سے بے خبر او عقتل سیم سے حرمون لوگ اسی مواد کو متایع بے بہا۔ سچھ کرنے کرتے اور پھر اسے چل جارہے ہیں۔ لہذا ہمارے بذریعہ پر سلط مارٹم ریسے تمام کتاب پتوں کا شانی کافی جواب ہے اسی کا شرطیہ ہے کہ قارئین پوری توجہ سے اسے پڑھیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔

یہ دعویٰ ہے تو ہم یقیناً نہیں کر سکتے کہ جتنے بھی نتیجے مغلط وغیرہ چل آرہے ہیں ان میں ایک بھی نئی دلیل اور نئی بات ایسی نہیں ہوئی تو ہمارے نیز نقد کتابے میں نہ آچکی ہو۔ بے شک ہر فن کا رکوئی نہ کوئی نیاشیش ضرور چھوڑتا ہے لیکن ایں ہوش کو بھج لینا چاہیے کہ جن لوگوں کی پیشادی اور قوی ترین دلیلیں نقد کے دائرے میں آلم پیش باش پڑیں اور واضح ہو گیا کہ یہ قرآن و سنت کو توڑ نہ روانے کے عادی ہیں تو ان کی پچی پچھی باقی دلیلوں کے بارے میں بھی یہی قیاس بجا طور پر کیا جاسکتا ہے کہ وہ دام فریب اور ملجم کاری کے شوا پچھے نہ ہوں گی۔ ہم طور مثال سلسلے رکھے ہوئے ایک کتاب پر میں کرتے ہیں۔

اس کتاب پر میں بہت سامودر توہی ہے جسے

نہ بے شک زندہ اٹھائے جانے کے عقیدے میں اختلاف کیا ہے لیکن ان کی تعداد اسے میں نہ کم ہے حتیٰ کہ اگر ”عالم اسلام“ سے مراد فقط آج کا عالم اسلام یا ہمارے شب بھی چنانچہ چنے ناموں کے علاوہ نہ بتایا جاسکے گا کہ کروڑوں افراد پر مشتمل امانت مسلمین میں ہزار پانصوادھی بھی حیات عیشی کے منکر ہوں۔

پھر انھصف کیجئے کہ صاحب غور نے کتنا بڑا جھوٹ بولا یا کھروں کہتے کہ انھیں چونکہ خیر کیوں نہیں جو کچھ قادیانی خطیبین سے سن دیا ہے تو ہمارا ان کا کل ملکی سماں ہے لہذا وہ بالکل اتنی گنگابہار ہے میں، کھلاوا فرعیہ ہے کہ جوڑہ سلوتوں میں صدر و دے چندا فزاد کے علاوہ اربوں کھروں مسلمانوں کی عقبہ بیجا رہا ہے کہ حضرت علیحدیہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت سے پہلے دنیا میں پھر بھیجے جائیں گے اور یہیں اپنی طبعی موت مرتیا گے۔

اگر ہماری اس وضاحت پر کوئی قادریاً فنکارain واؤ کرے تو ہمارا حلیغہ ہے کہ وہ تاریخی بخش ثبوت کے ساتھ وفات عیشی کے قائل ملک کے نام پیش کرے ہم اس کے مقابلہ میں کم پچاس گئے نام فرضیش کر دیں گے اور ہر نام کے لئے دستاویزی ثبوت بھی دیں گے۔ غیر بازی کی کوئی حدیثیہ چاہئے۔ دین جیسے اہم معاملہ میں فردیاں اور یادوں گوئی سے کام لینا ایکوں ہی کی پذیرین قسم کھلا سکتا ہے۔ صحیح الدین اعلیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

لطیفیدیہ ہے کہ باکمال مصنف نے ”زندہ بین الموت“ کے الفاظ استعمال کر رہیں۔ کوئی پوچھ جھے یہیں۔

ہر حال سفید جھوٹ تو آپ نے دیکھا ہی لیا اب یہ کی خیال زایدیہ کہ حیات جما فی کا عقیدہ رکھنے والوں پر سعادتمند مصنف لعنت بھی فرمائے ہیں۔ گویا کم و بیش ساری ای امانت کو برپا لمعون تواریخیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں مفسرین و محدثین اور فقہاروں نے تو ایک افسرہ ہے کہ صاحب ایک پریعن جا پہنچا۔ تجلی دسمبر ۱۹۷۲ء کے صفحہ ۲۴ اپریل ۱۹۷۳ء صاحبہ کے مقابلے میں ایسا ہو گا جیسے دس لاکھ کے مقابلہ میں ایک کا عدد یعنی مسلم و خلف میں بعض اہل علم

اور صفتی عیین بیوت کا طموار نہ باندھتے تو محمد اس عقیدے بنایا پر اپنیں بھی کافرنہ ٹھہرا یا جاتا کیونکہ اس عقیدے میں کچھ نہ پچھلیں و قال کی تجنباً ایشش ضرور ہے۔

لیکن سفید جھوٹ وہ دعویٰ ہے جو اس سلسلہ میں یہاں کیا گیا ہے۔ کتاب پنجے کے مقابلہ یہ الفاظ لکھنے کے بعد کہ ”عالم اسلام“ کو تسلیم ہے۔ دو باتیں لکھتے ہیں۔ اہلی یہ کہ ”حضرت علیحدیہ کی بعثت حضور سے پہلے ہو چکی۔“ یہ بلاشبہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے اور اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ”عالم اسلام“ کو تسلیم کیا متعین۔ مسلم اور غیر مسلم، ساری دنیا اتنی اور جانتی ہے کہ حضرت علیحدیہ محمد علیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی بُنی ہیں۔ یہ بات بھی اختلافی نہیں رہی ہے۔

لیکن دوسری بات جو انہوں نے کہی ہے وہ سفید جھوٹ یا پھر جہالت فا حشہ کے درجے میں آتی یعنی یہ کہ حضرت علیحدیہ کے بعد الموت آسمان پر جانے کو عالم اسلام کی تسلیم کرتا ہے۔

کوئی نہیں عقیدے کو عالم اسلام میں لکھنے لگے مانتے ہیں یہ کوئی عقلی اور نظری سُلہ تو ہمیں تاریخی اور واقعیاتی مسئلہ ہے۔ ”عالم اسلام“ سے مراد اس طرح کے موجود پر صرف آج کا عالم اسلام نہیں بلکہ جوڑہ سو برسوں کی پوری امانت مسلمیہ ہی ہوسکتی ہے۔ جن لوگوں نے علمائے سلف و خلف کی تحریریوں کا مطابعہ کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ صحابہؓ سے لے کر آج تک کی امانت میں سے اگر ایسے اہل علم کے نام جمع کر جائیں ہو حضرت علیحدیہ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں بلکہ قادریاً نیوں کی طرح یہ کہتے ہوں کہ حضرت علیحدیہ دنیا ہی میں طبعی موت مر گئے تو ان ناموں کی تعداد کا تناسب زندہ اٹھائے جانے کا عقیدہ رکھنے والوں کے مقابلے میں ایسا ہو گا جیسے دس لاکھ کے مقابلہ میں ایک کا عدد یعنی مسلم و خلف میں بعض اہل علم

تو کبھی کے مرکھ پگئے بھلا اب انہیں اللہ کیسے زندہ کریگا۔ قاماتہ اللہ مائتہ پس اس شخص کو اللہ نے سو سال عالمِ سُمَّ بعثت شال تک مردہ رکھا۔ اس کے بعد زندہ کے لیست میٹت شال کیا کہا تو کتنی دیر یہاں رہا؟ بولا لیست یوماً آف ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم۔ فایا بیخوبی۔ تو مم نہیں بلکہ تو سو برس یہاں رہا۔ قالَ يَلِ لِيَتْ مَايَةً إِذْ أَنْتَ كَهَنَةً وَرَبِّيْنَ كَيْدِيْكَحْ عَالِمٌ فَنَظَرَ إِلَيْ طَعْلَمَّاقَ دَهْ طَرَاهِیْسَ (جوں کا توں ہے) وَشَرَابِكَ لَهُمْ يَسْتَهْلَكَ اور اپنے گھر کو دیکھ جس کے انجر فِ اَنْجَرَ اَلِ حَمَارَكَ۔ پنج تبرے سامنے پڑے ہیں) جس دلیل سے متصف حیات عیسیٰ کو باطل تواریخ رہے ہیں اس دلیل سے تو ترآن کا بیان زمودہ یہ قصہ بھی نعموذ باللہ یا طال ہونا چاہیے کیونکہ کسی انسان میں یہ تقدیرت نہیں کہ مرے اور پھر سے زندہ ہو جائے۔ نہیں ممکن ہے کہ سو سال تک مراد پڑا رہے اور یہ دن میں تغیر نہ آئے نہیں ممکن ہے کہ خود دلوش کا سامان سو سال تک بگڑنے کا نام نہ لے۔

اگر سورہ کہف میں تو اللہ تعالیٰ ایک در کا نہیں تعدد بندروں کا قصہ بیان کرتا ہے جن کے ساتھ ایک کشا بھی ہے یہ اتنے طویل عرصہ تک غار میں سوئے رہتے ہیں کہ نہیں بدال جاتی ہیں۔ تدرن پریل جاتا ہے۔ حکمرت بدال جاتی ہو اور پھر اچھے خاصے الکھ بنتھی ہیں۔

کیا یہ سب انسان کے لیں کی بات تھی۔ کیا عام قانون فطرت سے اس کی کچھ بھی مطابقت ہے۔ اگر نہیں تو پھر قادیانی حضرات نعموذ باللہ اس قصہ قرآنی کو بھی غلط ہی سمجھتے ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ بغیر پاپ کے پیدا ہوتے۔ رسول اللہؐ نفس نہیں آسمانوں کی سیر کرتا۔ اس طرح کے مسلمان نہ خلاف عقل ہیں ترقیرت خداوندی کے لئے ذرا بھی مشکل ان میں عبادی شرکی اپنی صلاحیت اور قوت اور اختیار قدرت کا مطلق مولیٰ نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ کے زندہ الٹھائے جانے کو

ان میں سے بعض میں تو صرکاری موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور بعض میں یہ صراحت نہیں مگر ”زیول“ کا لفظ دارد ہوا ہے جس کا مطلب ہیا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں میں کہیں زندہ موجود ہیں اور اللہ انہیں نازل کرے گا۔ جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے فرشتہ نازل کئے تو یہ مطلب نہیں ہے تاکہ شختہ پیدا کئے بلکہ یہ مطلب ہے تاکہ کہ پیدا شدہ فرشتے جو یہ سے موجود ہیں انہیں اتنا اسماں کے پریٹ سے انسان کی پیدا شدہ کے ”زیول“ کا لفظ بولا ہی نہیں جا سکتا۔ فادبائی حضرات زیول عیسیٰ کی احادیث کو جزو ایمان بنائے ہوئے ہیں اور ان ہی کی روشنی میں مزرا غلام احمد کو ”مسیح موعود“ سمجھتے ہیں۔ لیکن ان احادیث کی ہر ہر لفڑت کو مفحوكہ خیر و نعم کی نادیلات سے کھلینا بنتا ان کا عام شیوه ہے۔ اگر یہ شیوه نہ ہوتا تو صرف ”زیول“ ہی کا لفظ سمجھ لیں کے کافی تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح نے دفات نہیں پائی ہے بلکہ زندہ الٹھائے گئے ہیں۔

محوث، جہالت اور جہارت کے نظاروں سے گزر کر اب آئیے اس استدلال کی طرف جو منقول عبارت میں جیات عیسیٰ کے باطل اور غلط عقل ہونے پر کیا گیا ہے۔

ایک معقول عقل کا آدھی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو امت مسلمہ جیات عیسیٰ کی فائل ہے وہ اس احتمال کی طرف جا پہنچتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان پر جا پہنچتا اور دباؤ اب تک زندہ ہوتا ان کے اپنے کسی کمال اور قدرت و اختیار کا تمہرہ ہے۔ استغفار اللہ۔ ایسے اعجاز قدرت میں اللہ کی قدرت کا ماملہ کے سوا کسی اور کا کیا دخل۔ جاہل اور غلبی مصنف اگر قرآن برٹھتے تو انہیں سورہ کہف سے بھی پہلے سورہ لقرہ میں ہی وہ آیات نظر آ جاتیں جن میں اللہ نے حیات بعد الممات کا ایک نکو شد دنیا میں ہی دکھایا ہے۔ ایک شخص کسی بتی کے کھنڈر سے گزرا اور اس سے خیال آیا کہ اس سبتوں کے باشندے

انسانوں کی طرف سپغیر نہ کام انسانوں ہی کیمیوٹ کرتے ہیں اور دنیا وی زندگی میں انسانوں کے لئے قانون پیدا کیا گیا ہے کہ وہ زندہ رہنے کے لئے کچھ کھائیں پائیں۔ سو یہیں۔

بیمار ہوں۔ دیگر لک۔ اس بیان سے یہ بشرشہ کہاں سے نکل آیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو زندہ آسمان پر نہیں اٹھا سکتا اور اسے دنیا طویل عرصت تک زندہ نہیں رکھ سکتا۔ قرآن جس نے پڑھا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ نے شے پر قادر ہے اور جو کبھی ارادہ فرمائے بس "کون" کہہ بینے سے دپڑا ہو جاتا ہے۔ جس اللہ نے شیطان کو قیامت تک کی زندگی دی۔ جس نے زشتلوں کو لا جو رو و طول حیات عطا فرمایا جس نے حضرت عیسیٰ کو کتواری مرکم مدبلق کے بطن سے بخیر بآپ کے پیارا کر دیا، جس نے پی کے پی میں فاتح الاتبیار کو معراج عطا کر دی، جس نے حضرت مسیح کو مردے زندہ کرنے کا ممحجزہ عطا فرمایا اور یہ صلاحیت دی کہ پالنے ہی میں بول پڑیں۔ جس کے اعجاز ترقی درت کا کوئی شمار اور حادیاب ہی نہیں۔ اس کے پارے میں اگر ایک گروہ یہ خیال کرتا ہو کہ وہ اپنے کسی بنتے کے لئے کوئی سماں پر زرعہ اٹھانیتے اور عوچہ دراز تک زندہ رکھ کر کچھ سے دنیا میں آثار نے پر قادر نہیں تو اس کا صحیح مقام پاگل خانہ ہے یا پھر دماغی امارا کا شفا خانہ۔ اللہ کی آیات سے کھلی کرستہ ہوئے کچھ تو ڈرتا چاہئے جب کہ قادیا فی حضرات پڑے زور شور سے اپنے مسلمان ہوتے کاد عربی بھی کئے ہیں جیلے جاتے ہیں۔

(دوسرا نمونہ انشاء اللہ ہم الکلی صحبت میں پیش کریں گے)

اَكْرَتْهُمْ كَذَّبَهُ اِذْ يَرْجِعُهُ اِلَيْهِ شَخْصٌ  
نَّبَهَى هُدًى هُدًى ایت پاٹی تو یہ تمہارے  
سَلَّمَ دُنْيَا وَمَا فِيهَا سے یہ متر  
ہے

(حدیث)

جو شخص انسانی قوت و قدرت کی منطق سے باطل فساد دیتا ہے اسے بے عقل اور بے شعور نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔

بلے تکریزی کی حاصل ہے کہ مصنف اپنی بادو گوئی کے ثبوت میں قرآن ہی کی ایک آیت پیش کر رہے ہیں اور بلا ذکر قلت یہ کبھی کہہ رہے ہیں کہ ”اسی بارے میں ارشاد رہی ہے“۔

آئیے ایک نظر اس آیت پر کبھی ڈال لیں۔ سورہ انبیاء میں کفار کی اس روشن کا ذکر ہے کہ یہ لوگ نصحتوں کو قبول نہیں کرتے ہیں اور رسول اللہؐ کے پائے میں یہ مغل افشاٹی کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے ہی جیسا ایک دھی ہے۔ اسے تو جادو آتا ہے اس کے چکر میں درت پھنسنے۔ مزید کہتے ہیں کہ یہ رسول جو کچھ کہتا ہے وہ تو خدا ہمارے پر لیشاں ہیں۔ سبھی کہتے ہیں کہ یہ رسول نہیں شاعر ہے۔ دیگرہ۔ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں

تصحیح ذمہ اپنے کرنے نا دافوں کیا فھنوں یا تیں کرتے ہو۔ اس رسول سے پہلے کبھی ہم نے جتنے پیغمبر صحیح ہرگز سبب لشہری تھے۔ دوسرے سبب انسانوں کی طرح کھاتے پہنچتے تھے اور دوسرے ہی انسانوں کی طرح وہ ایک عمر کو پہنچ کر مر ہی جاتے تھے۔ یہ بات اتنی معروف و مسلم ہے کہ ہر شخص جانتا ہے۔ تم اب کبھی اس میں شک کر رہے ہو تو یا خبر لوگوں سے پوچھ دیجھروہ نہیں بھی بتائیں گے۔

یہ ہے وہ مقام جہاں مصنف کی پیش کردہ یہ آیت آئی ہے وَمَا جَعَلْنَا هُمْ حَسَدًا اور ہم نے ان پیغمبروں کے لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ جسم اپنے نہیں بتائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔

گویا جس بات پر شرآن نے متعدد مقامات پر تنبیہ کی ہے وہی بات یہاں بھی بیان فرمائی کہ اسے حقیقی رسول کی رسالت پر اپمان لانے میں یہ کو اس مرت کرو کہ یہ تو ہمارے ہی جیسا بشر ہے کھانا پتیا ہے، سوتا جا گتا ہے۔

مُسْلِم

قادیانیت کا سخرہ ہے۔ جماعت اسلامی ہاؤ  
دیوبندی مسلک۔ شریعت اور تعلیمات  
و استفاطہ محل کا قانون۔ زکوٰۃ اور صدقہ  
نظر کا مستقر۔ زمین سے زمین بدلنا۔  
خدمت دین۔

جو شیء کو ترک ہے کی میز کو کہتے ہیں۔ تمہارا کام طلب ہے،  
بریل کا ڈبہ۔ درخت کے معنی چہا ہیں۔ بگری رات  
اندرے دیتی ہے۔

فرائیتے۔ کوئی گروہ اگر اس قسم کی خرافات کا  
ڈھیر لگاتا رہے تو کیاسی صحیح الدیاغ آدمی کا جی چاہئے  
کا کہ ان کی تردید اور تعقیب پر اپنا وقت بر باد کرے  
وہ تو خدا کی شان ہے کہ شیطان سے مکروہ فریب ہے  
چھپی خاصی عقلیں گور کا ڈھیر پڑ جاتی ہیں اور احتمال  
سے احتمال نہیات بھی بہترے انسانوں کے دل و دماغ  
میں عقیدہ بن کر اُتر جاتی ہے چنانچہ سر ای خرافات  
ہونے کے باوجود "قادیانیت" الھوں مسلمانوں کو ایک  
فریب کر جاتی اور علماء جبور ہوئے کہ جزیہ مسلمانوں کو اس  
بر بادی سے بچائیں۔

اسی جبوری کا ہم بھی شکار ہیں چنانچہ آپ دیکھو  
رہے ہیں کہ کتنے ہی صفحات سیاہ کر چکے اور کتنے ہی  
ابھی اور کریں گے۔

## قادیانیت کا سخرہ ہے

**سوال:** از: محمد سعید درگاہی۔ گودھرہ۔  
حضرت مولانا علی میان صاحبؒ نے یہ مضمون  
"قادیانیت" میں خلیفہ قادیان میان محمد احمد  
کی ای اڑ خلافت کی تحریر ہے مج فرمائی ہے:-  
اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت (اس سہی)  
"احمد" کے مصدر ای موعود علیہ السلام ہے۔  
اس سے متعلق آپ کے توقع ہے کہ اسے کسی آئندہ  
مضمون میں قادیانیوں کی اس لفظی ششہ گری کو واضح  
فرمایں کہ کوئی شخص بھی "عبد اللہ" کو "اللہ" کہ کر  
یاد نہیں کرے گا۔ بالکل اسی طرح جو شخص غلام احمد ہے  
اسے "احمد" ماننا ہر طرف دھرمی اور دیدہ دلیری کے  
سوال اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

ان سورا ماؤں کو جو خود کو مسلمان بھی کہنے پر بھند ہیں اور  
ختم طہوك کر قرآن سے بھی مٹھوں اور استہزار کئے چاہے  
جاری ہیں۔

آخر صرف "نام" ہی سب کھجھے تو پھر آج ہزار  
مائیں اپنے نومولود کامام احمد رشہ تکتی ہیں اور جو ان ہو کر  
یہ سب اپنے اپنے اپنے حلقوں میں پروپگنڈہ کر سکتے ہیں کہ  
دیکھو ہمارا نام احمد ہے ہم ہی قرآنی بشارت کا مصداق  
ہیں۔

ایک اور بھی نکتہ یہاں دیکھ لیجئے۔ قادیانی حضرات  
چیخنے جیتنے نہیں تھکتے کہ ہم مرزا کو غیر شریعی امتی نبی آتے  
ہیں کسی نبی شریعت کا لانے والا نہیں مانتے مگر سورہ  
صفت کی مذکورہ آیت میں خاص طور پر رسول آیا ہے  
نبی نہیں۔ یعنی جس احمد کی تبر حضرت علیؑ بھی انہیں  
کو دے رہے ہیں وہ صرف نبی نہیں ہو کار رسول بھی ہو گا  
رسول حماورہ "اُس نبی کو کہتے ہیں جو صاحب شریعت  
ہو۔ ہر نبی رسول نہیں کہلاتا مگر ہر رسول بھی حضور مسیتا  
ہے۔ اب اگر خلیفہ قادیانی اس آیت کا مصداق مزرا  
کو مانتے ہیں تو یہی بات ہے کہ وہ مرزا کو رسول ہی مانتے  
ہیں نہ کہ صرف نبی۔ اس طرح ان کے بے شمار تضاد ہا۔  
ایک اس تضاد کا بھی اضافہ ہو اکہ مرزا رسول بھی ہیں اور  
صاحب شریعت بھی نہیں ہیں!

ہر طبقہ دھرمی اور دینیہ دلیری تو قادیانیت کا  
طریقہ انتیاز ہے۔ ان لوگوں کی جگہ اوت کا یہ عالم چہ کہا ہے  
سال سے قرآن کے ایسے شخص چھاپے چلے جا رہے جنہیں  
بیسیوں جگہ لفظی تحریف اور حذف و اضافہ ہے۔ خدا  
کی پناہ۔ جو گروہ خدا کے کلام کو بلا تکلف بدے سدے  
وہ بھی اکہ اپنے مسلمان ہیونے کا اعلان باہم کئے چلا جاتا  
ہے تو اس سے بڑھ کر مددھنائی اور ہر زیادہ سرائی دنیا  
میں اور کیا ہو سکتی ہے مہم  
وَ قَنَا سَرَابًا غَدَّ أَبَ النَّاسِ۔

مگر اس قسم کے دعوے کے فنال آیت کا مصداق  
میں ہو اور فنال حدیث میں ہیری طرف اشارہ ہے  
مرزا غلام احمد کے یہاں اس قوکشتر سے ہیں کہ  
ان پر فرد افراد کلام کرنے کے خالی ہی سے ذہنی  
استفراغ ہو نے لگتا ہے۔ اس مثلاً یہی شوشہ جو آپ  
نے مستقل ایک سوال کی جھوٹ میں پیش فرمایا اتنا  
واہی اور بے شکا ہے کہ اس پر سجیدہ التفات کرتے  
ہوئے اپنے الحق ہونے کا احساس ہوتے لگا۔ کیا اکیں  
اور کیا نہ ہیں۔ ایک صریح لغویت تو آپنے واضح فرما  
دی۔ دوسرا بھی بدرین لغویت یہ ہے کہ اس آیت میں  
احمد کا مصداق تھی علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا  
کسی کو ہمیرانے کی شہر برادر گنجائش کسی طریقے سے ہے  
ہی نہیں مگر خلیفہ قادیانی خیر سے اسے دین واہماں  
بنانے ہوئے ہیں۔

ذر املا خلیفہ لیجئے۔ آیت کا مضمون یہ ہے:-  
"اور جب کہا مریم کے بیٹے علیؑ نے اے بھی  
امرا تیں میں تھا رے پاس اللہ کا بھیجا ہوا  
آیا ہوں تھدیق کرتا ہوا اس چیز کی جو تواریخ  
میں ہے اور خوش خبری سنانے والا ہوں ایک  
رسول کی جو میرے بعد آتے گا۔ اس کا نام  
احمد ہو گا۔" (سورہ صفت آیت ۷)

یہاں سے وہ لفظ اسمنہ احمد۔ اگر رسول اللہ  
نے اس قسم کی خوش خبری دی ہو تو تب تو یہ سوال  
بے شک اکھتا کہ احمد کا مصداق کون ہے لیکن  
اندھا بھی دیکھ سکتا ہے کہ خوش خبری حضرت علیؑ ایز  
مریم نے رہے ہیں اور چودہ سو سال کے تما مسلمان  
کا بچہ بھی جانتا ہے کہ یہ بشارت سید الابرار احمد  
مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت نے پوری کر دی۔  
وہی تھے جن کے بارے میں کتب سماویہ خردی اوری  
تھیں اور وہی تھے جو قرآن کی اس آیت میں بلاریب  
شک احمد کا مصداق بنے لیکن شاباش ہے

## جماعتِ اسلامی اور دیوبندی مسلاک

**سوال ۲** :- از، شارا حمار۔ مالیر کو ٹالہ۔

دیوبندی مسلاک کا لفظ اکثر سنت میں آتا رہتا ہے۔ بہاں والیر کو ٹلہ کے رہنے والے اکثر لوگ اپنے آپ کو دیوبندی مسلاک کا بتلاتے ہیں۔ جن میں جماعت تبلیغ سے متعلق بھی لوگ شامل ہیں۔ ہمارے یہاں کے موجودہ مفتی صاحب بھی دیوبند کے رہنے والے ہیں اور دیوبندی مسلاک کے ہیں۔ جامع مسجد میں ہر ہفتہ انکی تقریب ہوتی ہے۔ مسلاک دیوبند کے بارے میں ایک بار انہوں نے تقریر کی تھی جن کا حصل میری یادداشت اور فہم کے مطابق کچھ اس طرح تھا کہ "مسلاک دیوبند کا مطلب قرآن اور سنت پر ٹھیک ٹھیک عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ دیوبند کے علماء نے قرآن اور حدیث کے احکامات کو اپنے قول و عمل سے نکھار کر پیش کیا۔ اہل بدعت نے ان پر ویاپی ہوتے کے طعن کیے۔ اور دیوبند کو ایک مستقل مسلاک کی حیثیت سے پیش کرنے لگے اور ایجاد کھانے لگئے کہ یہ قرآن و سنت کے طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ ہے۔ ورنہ مسلاک دیوبند قرآن و سنت سے علیحدہ اور کوئی تنقی چیز نہیں ہے۔ علماء دیوبند کا طریقہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے اسلاف کے احوال کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پڑھا اور جانجا۔ قرآن و حدیث کے سچھنے کے سلسلے میں اسلاف کی کاوشوں سے مدد حضور ولی۔ اور کہیں ہٹا ہوا محسوس ہوا تو اس کی مناسبت تو جیہہ کرتے رہے۔ میں دیوبندی ہیوں یعنی قرآن و حدیث میرے ایمان کا حجود ہیں اور اس معنی میں ہر شخص دیوبندی ہے اور اسکو دیوبندی ہونا چاہیے۔" اس وضاحت کے باوجود تبلیغی جماعت سے متعلق چند لوگ پر و پینڈڑہ کئے ہیں کہ مفتی صاحب دیوبندی نہیں ہیں بلکہ ان کا میلان جماعتِ اسلامی کی طرف ہے۔ شاید اس کو وجود ہے

کہ انہوں نے کبھی کسی جماعت کا نام لے کر خلافت نہیں کی اور اس میں جماعتِ اسلامی بھی شامل ہے اور غالباً یہی بات یہاں کے تبلیغی بھائیوں کی امتنوں کے خلاف ہے آپ سے بھی یہ وضاحت مطلوب ہے کہ دیوبندی و دہودی کیا ایسا نہیں کیا۔ اس کے ساتھ علماء دیوبند کا جماعتِ اسلامی کے ساتھ اختلاف بھی ایک تھیں پس اگر تاہم اور لوگ اس خرق کے لئے اختلاف کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

## جواب ۲ :-

بنیادی اعتبار سے مفتی مذکور کی بات درست ہے تمام اہل حق کا جو طریقہ چلا آ رہا ہے وہی اکابر دیوبند کا بھی رہا ہے۔ البتہ "مسلاک دیوبند" کا عنوان کوئی ایسا عنوان نہیں ہے جو دوسروں کا ٹھہر ایسا ہو اور طنز ایسا جاتا ہے بلکہ خود علماء دیوبند اس عنوان کو اپنے لئے استعمال کرتے رہے ہیں اور اچ بھی کرتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد انداز فنکر کی وہ مخصوص ہدایت ہوتی ہے جو خاندانِ ایں دلی اللہی سے مسوب ہے اور جس میں طریقت و تصوف کا ایک خاص رنگ اور ایک خاص تناسب پایا جاتا ہے۔

مثال سے شاید بات زیادہ واضح ہو۔ تصوفِ اصل نام ہے دین میں کہ اغلوم صید کرنے کا۔ تشریعی اصطلاح میں ہس چیز کو "احسان" کہا جاتا ہے وہی تصوف کی نظر ہے اور تحقیق تصوف اسی طرح قرآن و حدیث کو جلت اور حرف آخر مان لے ہے جس طرح مفسرین، حدیثین اور تجھیدین مانتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ دیکھ رہے ہیں کہ اہل تصوف کا ایک شفرد طرز فکر اور رنگ ڈھنگ پڑتا ہے جو اخھیں غیر صوفی علماء و صلحاء سے الگ کرتا ہے۔ پھر خود تصوف میں تختلف سلسلے ہیں۔ نقشبندیہ، حشیۃ، سہروردیہ وغیرہ ذلک یہ سب بھی بنیاداً قرآن و سنت کی محیت پر متفق اور

شرائط و ضوابط کی عملی تکمیل میں میں انسانوں کے ذوق و روحان اور فکر و نظر کے فرق سے متفاوت ہیتیں اور صورتیں ظہور میں آتی ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تامہم اور افعال جن کا واضع سانچا اور نقشہ شریعت نے دیدیا ہے ان تک میراث سر زمکر کا فرق امتیازات پر لاکرداشت ہے۔ جسے ایک عالم دین بہت بھی نماز پڑھتا ہے تو نماز ہی اب دین کی اہم ترین عبادت ہے اور اس کے طوں سے وہ بہت زیادہ تواب فرقع رکھتا ہے لیکن دوسرا عالم دین اتنا طوں نہیں دیتا بلکہ متواتر طرز از میں نماز ادا کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ وقت تعلیم و تصنیف میں لگاتا ہے تاکہ خلق خدا کو دین کا علم ہنچا سے دوں عالم اپنی حق تیار ہیں۔ مگر دیکھنے والے ان میں ایک دیسا فرق ضرور تحسیں سمجھیں گے جس سے ان دونوں کے انداز فکر کا تفاوت اہم کرو سا منے آئے گا۔ اسی تفاوت اور فرق پر مشتمل جزئیات کے مجموعے کو ”مسلسل“ کے عنوان سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

یہ بات جب بھی میں آئی تواب سننے کے دیوبندی ہوں، جماعتِ اسلامی والے ہوں، جماعتِ تبلیغی والے ہوں یہ سب اصولاً ارباب حق ہیں۔ انہیں کوئی نہیں جو شریعت کے چار معروف بنیادی مأخذ قرآن سنت۔ قیاس اور اجماع کا تائل نہ ہو۔ کوئی نہیں جو سلفِ صالحین کے فرمودات کو مشتعل رہا۔ نہ میاتا ہو۔ کوئی نہیں جس کی نیت فاسد اور بنیادی عقیدہ خیار اسلامی ہو۔ لیکن یعنی و توجیہ اور طرق استنباط اور مزاج و مذاقاً اور ہج و استدلال کا فرق ان میں یقیناً پایا جاتا ہے اور یہی چیز رخیں ایک دوسرے سے تمیز کرتی ہے۔ ان کے الگ الگ حلقات بناتی ہے اور انہیں مختلف القاباً دینے کا جائز تھی۔

یہیں یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ ”جماعتِ اسلامی“ بھائی خود کی مسلک کا نام نہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت ہے جس میں فضلاً سے دارالعلوم بھی ہیں۔ فضلاً سے ندوہ

شریعت کی قطعیت پر متحداً الخیال ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بعض امتیازات اور فرق سے الگ الگ پہنچتے جاتے ہیں۔

اسی طرح مختلف مکاتب فکر اور علماء کے مختلف حلقوں کا حال ہے۔ جو خصوصیت مفتی صاحب نے علمای دیوبند کی بیان کی ان میام وہیں یہ سمجھی شریک ہیں تبعیرات، انجام استدلال، مزاج و مذاقاً اور تجوہات کے فرق نے انہیں باہم دگر تمثیل از کر دیا ہے۔ علماء دیوبند، علماء مسند، فتنگی محل، علماء نے انہیں علمائے حرمین شریفین ان سب کے اپنی حق اور ملک ان دین پرور نے میں کوئی کلام نہیں یہ سب اپنی اپنی ایجادت میں قرآن و سنت ہی پر عمل کرتے ہیں اور اپنے پانچے اندر از میں اسلامی اصلاحی کاؤنٹوں سے مدد لیتے ہیں لیکن ان میں ہر ایک کی اپنی اپنی چھ جزوی تصوریات کے باوجود مشکل وہیت کے کچھ امتیازات ہوتے ہیں اور ان کی بناء پر زیاد عرف یکہ نہ ایک کو الگ الگ پہنچان لیا جاتا ہے۔

مزید ایک مثال ہمارے نشانہ کو اور واضع

کرے گی۔ آپ سوآدمیوں سے یوں کہیں کہ تم میں سے ہر ایک کو دس ہزار گزر مربع زمین پر ایک مکان بنانا چاہئے جس میں چار مکارے ہوں۔ غسلخانہ اور بدبیت الخوارم ہو، باور حی خانہ ہو، دلان اور صحن ہو۔ پاہیں باخی ہو جو چھوٹوں کے بچے خوبصورت ستون ہوں اور حس اپیں مکان جیسی ہوں۔ یہ لوگ اپنی اپنی صہوا بدر میں سے الگ الگ اپنے مکان بناتے ہیں تو اگرچہ آپ کی عالیہ کردہ تمام شرائطیہ پوری کریں گے لیکن ہر ایک کا مجموعی نقشہ اور مشکل دینیت الگ الگ ہوگی۔ ممکن نہیں کہ دو مکان بھی پوری طرح ایک جیسے ہوں۔ اس نے ظاہر ہوا کہ ایک ہی جیسے احکام اور

تو اس کی توعیت نہیں ہے۔ ایسی نہیں کہ اس کی بنیاد پر مستقل مخالفت کا حکم بنا لیا جائے۔ کون گوئے مفکر اور محمد ہیں جن کے مابین تھے ہی مسائل میں اختلاف نہ پایا جاتا ہے۔ خود علمائے دیوبند کے مابین تھی تی جزئی میں اختلاف موجود ہے۔ احضاف، شوافع، عالمگیر، غلبیہ اور سب کے اختلاف ہزاروں تک پہنچے ہوتے ہیں مگر کیا سمجھی اپنی حق نہیں۔ اسی طرح اگر فتنہ و حقیقی کے نتیجے میں مولانا مودودی کے بعض افکار علمائے دیوبند کے خلاف سے مطابقت نہیں رکھتے تو اس کی بتا پر مخالفت اور مخالفت بہت ہی بُری بات ہے جس سے شیطان تو خوش ہوتا ہے اللہ اور رسول ﷺ خوش نہیں ہوتے۔

پھر مولانا مودودی تو بارہ الفاظ بدیل بدیل کر متنبہ بھی کر چکے ہیں کہ فقیہی مسائل میں امام میری ذاتی آراء ہیں جماعت کے کسی رکن پر اپنی قبول کرنے کی پابندی عائد نہیں بلکہ جس رائے کو کوئی رکن اپنی دانستہ میں غلط تجویز کر دیجی کر سکتا ہے۔

ایسی صورت میں مولانا مودودی کی بعض فقیہی آراء کو جماعت اسلامی کی مخالفت کا بہانہ بنا لینا معقولیت سے کوئی تعقل نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ بھی ہے کہ مولانا مودودی کے تفروقات کا شامہ مبالغہ سے کراچی جاتا ہے۔ ان کی بعض آراء تو ایسی ہیں کہ ان میں وہ متفاہد ہیں ہی نہیں بلکہ سلف میں نہیں تھے ہی علماء وہی رائے رکھتے رہے ہیں مگر غلط طور پر انھیں تفرد کا عنوان دے دیا گیا۔ معدود دے چند تفردات ہیں جو تیمیہ اور اسی طرح کے شمار علماء میں سے کون ہے جو تفردات کا سرمایہ دار نہیں۔ پھر کیا انھیں ان تفردات کی بتا پیدا

لے ایسی آراء جن میں کوئی شخص کیا ہے۔ دوسرے میں علماء میں اس سے مولانا

بھی۔ شوافع بھی ہیں، حنبلہ بھی۔ احضاف توکشت سے ہیں۔ اپنی حدیث بھی ہیں۔ اس سے ظاہر ہو اکہ اس کا کوئی اپنا نقہ مسلک نہیں بلکہ وہ ان مختلف مسلمانوں کے حاملین تو علاجے کلسترول اور غلبہ دین کے منفذ اور مشترک صدر الدین کی طرف دو شہروں کام زم کرنا چاہتی ہے۔ قروبات بعزمیات کی غیر ضروری جگہ اور مخالفت بازی سے سچا کہ اپنی اسلام کی توانائیوں کو اسلام کے بدن تحریک میں اور اعلیٰ ترین کام کے لئے صرف ہوتے دیکھنا چاہتی ہے۔ اپنے اکوئی مفتی یا عالم یا امامی دیوبندی مسلمان پیر قائم رہتے ہوئے بھی جماعت اسلامی کی طرف میلان رکھ سکتا ہے اور اس میلان سے اس کی دلیل برداشت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بارے اکثر پر اداد ان اسلام اس علطہ نہیں مبتلا کر دیتے گئے ہیں کہ جماعت اسلامی ناصلیہ جماعت ہے اور بعض حلقے تو اسے گمراہ تک سمجھ میشیں یہ یقیناً غلط فہمی ہے اور اس کی پشت پرشیطان کا تکریماً کرو رہا ہے۔

جو لوگ مفتی موصوف کے خلاف پر وینڈھ کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ ان کا حقیقی اعتراض کیا ہے اور اس کی صحت کے لئے ان کے پاس کیا دلائل ہیں۔ خواہ خواہ کسی مفتی یا عالم کے خلاف بدگمانیاں پھیلانا بڑے چنانہ کی بات ہے اور اگر خدا خاست جماعت تبلیغی والوں کی خواہش یہ ہو کہ جماعت اسلامی کو ضمروں پر بر احلاک ہا جائے تو اس ناپاک خواہش سے دل کو پاک کر لینا چاہئے۔

علماء دیوبند کا جماعت اسلامی سے اختلاف ایک مستقل موضوع ہے۔ ہم بلاشبہ ہزاروں مسفکات یہ ثابت کرنے میں صرف کر چکے ہیں کہ جماعت اسلامی یا مولانا مودودی پر عائد کئے جانے والے الزامات انتہا اہم تریادہ تر غلط فہمیوں اور کچھ فکریوں پر مبنی ہیں۔ بعض مسائل میں اگر علماء دیوبند اور مولانا مودودی کے درمیان واقعہ اختلاف پایا جاتا ہے

## شریعت اور توقعات

سچوال ۱۔ اے احمد شریف خان۔ بارہمود (کشمیر) عرض حال یہ ہے کہ آئینہ اور مودا بحث طے "ہما" اور "شہستان" میں روحوں کے متعلق طرح طرح کی واقعات نظر تو از ہوتے ہیں اور اکثر واقعات کو سمجھا اور اصلی دلایا بالغہ) قرار دیا جاتا ہے اس سلسلے میں آپ کے عرض ہے کہ شہستان کے سالانہ ۱۹۴۰ء میں جو حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ "تم کون ہو" اور "بے سر کی رحموت" کے مضمون زیرِ مطالعہ لائیں ہرید پر آں کچھ مسلمان دوست اپنی آپ بنتیوں میں مختلف فسوم کی واقعات مناتے ہیں جو ان پر قوع پذیر ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر میرے پاس بیٹھا ہوا ایک اپنے ایک ایسا واقعہ سناتا ہے کہ جن میں اس نے عبد الرحمن نام کے گند کڑی بھٹکتی روح کو اصل جسمانی حالت میں دیکھا اور بعد یہ کہ روح نے پکار کر دینی نام لیکر دوسریوں سے چکار ڈی روکنے کو کہا۔

میرے ایک اور دوست کی ملاقات "راجہ باری پاس" پر ایک اور ڈاکٹئ کی روح سے ہوتی جو دو سال قبل وہاں ہلاک ہوا تھا۔ میرے دوست کے بیان کے مطابق روح اصل انسانی تنفل میں بخی اور اُسے اپنے ساتھ لینے پر اصرار کر رہی تھی۔

اب جو سوال میرے ذہن کے لئے پریشان کی تاثر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ نہ ہبھی علم کے مطابق روحوں کے پھیرنے یا قیام کی جگہ علیین یا سجن ہے پھر ان بھٹکتی روحوں کے وجود اور ان کے مختلف روپ دھارنے کا راز کیا ہے نیز کچھ لوگ کہتے ہیں کہ روپیں الگ ان کے مرغی کے بخار پوچھا۔ چلم۔ فاتح و نیاز وغیرہ ٹھیک طور انجام نہ دی جائے تو وہ بھٹکتی روحیں بن جاتی ہیں اور زندہ انسانوں کو طرازے کا کام سنبھالی لیتی ہیں۔ اکثر واقعات یہ پتھر چلتا ہے کہ الگ زندگی کے

راہ و مگرہ مان لیا گیا۔ ہم خلاصہ کر سکتے ہیں کہ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف جو فضایاں اکر دی گئی ہے اس میں شیطانی وسیسہ کاریوں کا بڑا باتھ ہے۔ شیطان کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ مسلمان آپس کی تھافت میں وقت اور اندری بساد کرنے کے عوض مشترکہ مقام کے لئے بھائی بھائی بن جائیں اور شیطانت کے فرع میں روڑے اٹھائیں۔ بھاری بھر کم ناموں پر بھائی شیطان توہہ ہستی ہے کہ انہیاں علیہم السلام تک تو فریب دینے کی فکر کرتا رہا مگر انہیاں کی عصمت اللہ تعالیٰ کو حفظ و نظر ہٹنی تھی اس لئے شیطان ناہم رہا بلکن انہیاں کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو ہوادے کر ابلیس نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقۃ اور داماد رسول حضرت عائشہ کو اڑ وادیا۔ دونوں ہی طرف، کیسے کیلیں صحابہ ہے۔ بھر علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی منازعہ تو ایک طویل طریقہ ہے۔ کیا یہ اس بات کا اصل شہود نہیں کہ شیطان کی وسیسہ کاری کہاں سے کہاں تک ہے۔ بعد کے علماء و مشايخ صحابہ سے برتر تو نہیں ہو سکتے۔ انہیں الگ بعض امور میں شیطان غلط فہمیوں کا بدرف بنادے تو آخر کیا بعد از قیاس ہے۔ اُب تاریخ دیکھیں۔ ایام ماکو، ایام احمد ابن حنبل، عزیز الدین بن عبد السلام، ابن تیمیہ ایام بخاری، مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ او رسمیں شہزاد جیسے بزرگوں کو اہل ایام میں گرفتار کرانے والے حضرات کے کمپ میں لکھتے ہی علماتے وقت اور مشايخ عصر کے نام ملیں تھے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ یہ آئے بھی ہوتا آیا ہے۔ نہ کوہ تمام اکا بہر آیات میں آیات اللہ تھے۔ مولانا مودودی بھی اللہ کی ایک آیت ہیں یعنی نوع انسانی کا ایک ایسا قرآنی جسکی خدا داد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اللہ اکبر زبان نہ ملتا،

قلب و نظر ایک وسیع اور بگارنگ منظر کے کسی ایک ہی حصے یا نقطے پر مرکوز ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ تفصیلات نظر اندر از ہو جاتی ہیں جن کے ذریعہ اس پر منظر کی منطقی تاویل و تشریح بہت آسانی سے کسی جاسکتی ہے۔ انسانوں کی گناہوں صاحبو حیثیتوں یا درمکروہیوں کے اعتبار سے یہ ثابتیوں میں ہیں اور اخلاقی سرخ سے بھی وہ صورۂ القاسم رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے حمدیین رحمۃ اللہ علیہم نے روایت قبول کرنے کا معیار بڑا اختت رکھا ہے۔

جب تک ہر اعتبار سے اطمینان نہ کر لیا جائے کہ خلاں ہیرت الگیز قصہ بیان کرنے والا شخص پوری طرح قابلِ اعتماد ہے اس وقت تک اس کے تھے کو بس وقت گزاری اور تفریح کے لئے ہی سننا چاہئے اس سے معنی آفسر نہیں اور اخذ و استنباط کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ علاؤدہ از بیں یہ بھی سچھ لمحہ کہ ہماری دنیا یہاں کی پیدا کر رہ ایک مخلوق جن بھی رہتی ہے۔ ان میں متعدد واقعات میں ان کی بھی کار فرمائی ہوئی ہے۔ نیز شیطان الگ ایک فتنہ ہے۔ اس کی نہ جانے کتنی ذریات ہیں۔ وہ کسی بھی غربتی کے بھیں اور سکل و پیٹ میں آدمیوں کو دھوکا دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔

ان تمام ہمپولوں کو نظر میں رکھتے ہوئے کوئی بھی سمجھدار انسان اُن عقائد میں شک نہیں کر سکتا جو قرآن و حدیث سے ضبوطی کے ساتھ ثابت ہوں۔

روحوں کے لئے دو مقام ہیں علمیں اور سمجھیں۔ مگر زیادہ تفصیلات انسانوں کو نہیں بنائی جیکیں تھیں کہ ساتھ کسی کو معلوم نہیں کہ جیوں سے نکلنے والی روؤں اپنے ٹھکانوں تک پہنچنے سے یہاں کن دریساں نی مراحل سے گزر قی ہیں اور اس میں اتنا عرصہ نہیں ہے۔ اس موضوع پر کافی مفصل کتاب حافظ ابن قیمؓ کی "كتاب الروح" ہے جس کا اور دو ترجیح بھی غالباً پاکستان میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل طور پر شخصی بخش

خلتے ترکسی کے دل کا کوئی ارسان نکلنے سے رہ جائے تو روح اس کی موت کے بعد درستے آوار ہو جاتی ہے۔ آشتا یہ میرا مقصد صحیح گئے ہیوں کے اس نئے عرض ہے کہ نہیں (اسلامی) نقطہ نظر سے اس موضوع پرفضل روشنی ڈالیں۔

### جواب :-

چہاں تک رسائل میں چھپی ہوئی کہاںیوں کا تعلق ہے ان نئی صحت پر اعتماد کرنے والے اشخاص کے بارے میں کوئی راستے قائم کر لینا سادہ لوگی نہ لائے گا۔ کسی کہانی کے تعلق مصنف کا یہ لکھنا کہ یہ سونپردا یا سچی کہانی۔ یہ بجا سے خود ایک افسوسی اسلوب ہے جو قارئین کی زیادہ توجہ حاصل کرنے کے لئے اعتبار کیا جاتا ہے۔ ادویہ کوئی کہانی بیاناداً چیزی ہو تو لکھنے والا قلم اسے کبھی مروٹ کرنے کے لئے اور بھی زیادہ تحریر شیخ زہدانے کے لئے فرضی اور جیسا اہناؤں سے ایک شارنگ دیتا ہے۔

رہے وہ لوگ جن سے آپ جلسے حضرات کو زبانی اس طرح کی "آپ بیتیاں" سننے کا موقع میں ان پر بھی کامل اعتماد مشکل ہی ہے۔ بارہا ایک تو ہم پرست آدمی پر کا کبھی تراور رائی کا پہاڑ بنادیتا ہے اور ایسا وہ درست نہیں کرتا بلکہ اسے شور ہی نہیں ہوتا کہ جو کچھ اس نے دیکھایا جسوس کیا اس کا کتنا حصہ بطور امر و اقویخ اسیج میں موجود تھا اور کتنا حصہ خود اس کے وہم غیر دل داغ نے اس میں شامل کر دیا تھا۔

کتنے ہی لوگوں پر میں اہناؤں کرنے کے لئے مبالغہ آرائی کے عادی ہوتے ہیں، کتنے ہی بارادۂ جھوٹ بولتے ہیں۔ کتنے ہی جھوٹے نسبوں کے باوجود اہمیت بیسے عاری ہوتے ہیں کہ جو کچھ اہناؤں نے دیکھا ہے ایسکی پرتفصیل یاد رکھیں۔ بعض کی یاد داشت تھوڑی ہوتی ہے، مگر قوت مشاہدہ بھروسے کے قبل نہیں ہوتی۔ ان کے

کسی بھی حمل کو چاہئے وہ حمل حرام ہو یا حلال؟ کامل الخلقت ہونا قصص الحافت اجس کی وجہ سے حاملہ عورت کو کسی بھی ذہنی یہ ریشانی ماجسمانی پر ریشانی لاحق ہوئے کا احتہا ہو، تو وہ معاف ہے حمل کو اسکتی ہے۔

آپ کی خدمت میں مدد بانہ التاس ہے کہ آپ مطابق شرع اسلامی اپنے فتوے سے مشکور فرمائیں۔ آیا یہ مدد اخذت فی الدین تو نہیں؟

رنوٹ۔ بل کا ہو بھو ترجیح ساتھ میں ارسال خدمت ہے (رنوٹ ۲) یہ استقدام حصول فتویٰ کمیٹی نے تفصیلی ترجیح کے تمام دفعات و شرائط وغیرہ پر سجدہ غور و فکر کے بعد مرتب کیا۔

(ستخط) (۱) مولانا محمد عباس الفهاری (۱۶) صوفی احمد سلم (۲۰) محمد قاسم شاہ وکیل۔  
(ارکین حصول فتویٰ کمیٹی)

### حوالہ:-

ایک ایسی حکومت سے جو ادنیٰ جہوریت اور سیکولر ازم کی فلاسفی پر انسنے قوانین کی عمارت تعمیر کرتی ہو یہ تو قع رکھی نہیں جا سکتی کہ قانون سازی میں وہ دین و اخلاق کی قدر ہوں اور اصول و مکروہ نہ ملاحظہ کر لے۔

لیکن خلاف دین قوانین و قسم کے نہیں ہیں۔ ایک وہ جلوگوں کے لئے اختیاری حیثیت رکھتے ہوں اور ان کی مرضی کے خلاف کسی طرح کا جبراں پرینہ مسلط ہوتا ہو۔ جیسے جتنے کے لائنس چاری کرنا ہے اسی طرح کی اجازت دینا، شراب فروشی کے لئے عطا کرنا وغیرہ لئے۔ یہ سب دینی اعتبار سے سخت قابل اعتراض ہے مگر اس میں کسی پر جرہ نہیں۔ آپ کو حکومت جبور نہیں کریں کہ وہ اکھیلے، سینیاد پیٹھے، متراہ پیچھے۔ اس طرح کے قوانین کے خلاف عام اخلاقی نقطہ نظر اور اصلاح معاشرہ کے لئے احتیاج کرنا ضروری

نہیں ہے۔ راستجا اور حمل اور فاتحہ و نیاز کا قصرہ تو اس کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں۔ یہ چیزوں تو ہم پرست اور موئیٰ عقلی والوں نے قیاس سے ہٹڑی ہیں۔ مکوہیت دینے کے نتیجے میں مسلمان کا ذہنی قوام بکڑھا تاہے اور وہ ضروری و اہم چیزوں کو درجہ ثانی میں ڈال کر یا ذمہ کر کے غیر ضروری اور بے اہمیت اشیاء پر وقت اور طاقت صرف کرنے لگتا ہے۔

ایسا کوئی شخص کروڑوں میں بھی مشکل سے ایک ملے گا جس کا سینہ مرتے وقت تمام ہی ارمانوں اور حسرتوں سے خالی ہو چکا ہو۔ کم و بیش ہر آدمی صد ہزار مان و حسرت دل میں لئے دنیا سے سدھارتا ہے۔ لہذا اس بیشاد پر کسی کی روح کسی کے در پی از ارکیوں ہوئے لگی۔

اور آخری گرگی بات یہ ہے کہ جن احوال و واقعات کی تشریخ و توجیہ ہم لفظی ذراائع سے نہ کر سکیں جبکہ قیاس آرائی اور پرواز خیل ہی کا سہارا و چینی میں پوچھیں خدا کے سپر دکر دینا چاہیے۔ ان کے آسرا ہی جانتے۔ آدمی کو دینی اور ستر عی لووع کی ہفتی تفصیلات اور احکامات وہ دیات درکار تھیں وہ سب قرآن سنت کے ذریعے واضح کر دی گئیں۔ یہ ذراائع قطعی اور بے زیب ہیں۔ ان کی رہنمائی کے بغیر دسوں اور چھلٹ اور نذر و نیاز کی رسموں میں وقت اور پیسہ بریاد کرنا عالمیوں کا شیوه نہیں۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام!

### استقطاب حمل کا قانون

**سوالہ:-** سری نگاشمیر، حکومت جبوں و شمیر نے حال ہی میں استقطاب حمل سے متعلق ایک بل پاس کرایا ہے، جس کے طبق کوئی بھی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ حاملہ عورت

## زکوٰۃ اور صدقة فطر کا مسئلہ

- سوال ۱:-** از: نیاز احمد رضوان۔
- (۱) صدقة فطر محنت بچوں کا حق ہے۔ لیکن اگر امام محنت اسچ ہو تو اس کو صدقة فطر دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اگرچہ میرے خیال کے مطابق بحثیت امام اس کو صدقة فطر لینا جائز نہیں۔
  - (۲) المراء مأمور بچوں کو تعلیم القرآن دے اور مبتلہ ہونے کی وجہ سے صدقة فطر اجرت یا شکواہ میں لے لینا جائز ہے یا نہیں؟

## جواب:-

اصحول یہ سمجھو لیجئے کہ جو لوگ زکوٰۃ کے حق ہوں وہی صدقة فطر کے حق ہیں ہوں تو امام مسجد ہوں یا مدارس کے استاد۔ قرآن کی تعلیم دیتے ہوں یا کوئی اور نصاب پڑھاتے ہوں۔

زکوٰۃ کے منحثین کوئی لوگ ہیں اسے بھی کہیں نوٹ کریجئے یا ذہن میں بھٹاکیجئے:-

زید کے پاس ۵۰ روپے تو لہ چاندی موجود ہے (خواہ زیورات کی شکل میں بادھات کی شکل ہے) تو وہ زکوٰۃ کا حق نہیں کیونکہ زکوٰۃ تو خدا اس پر اجب ہوئی ہے۔ اسی طرح اس کے پاس اگر سارے ہے ست تو لوہ سونا ہے یا مثلًا چار تو لہ سونا ایک دو تو لہ چاندی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جب چاندی اور سونا دلوں موجود ہوں تو دلوں کی موجوداً الوقت قیمت جوڑ کر دیکھا جائے گا کہ اس سے سارے ہے باون تو لہ چاندی خریدی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اگر خریدی جا سکتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی مثلًا بیس تو لہ چاندی کا ایک زیور ہے اور تین تو لہ سونے کا بھی ایک زیور ہے۔ تنہا چاندی یا تنہا سونے کی پیمانہ تو اس شخص پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ لیکن نظر لیجئے

ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ اسے مذہب شرعی قرار دیکھ حکومت سے جنک شروع کر دی جائے۔ اس طرح کی قانون سازی "مدخلت فی الدین" کے زمرے میں نہیں آتی۔

دوسرے وہ قوانین ہیں جو لوگوں پر انکی ہر ضری کے خلاف کوئی چیز ٹھوٹ نہستے ہوں۔ جیسے وراثت اور نکاح و طلاق کے قوانین۔ جس وارث کو قانون شریعت جتنا حصہ دیتا ہے اس میں قیمتی فرق واقع ہو گا اگر حاکمیت شرعی تو اعدیم تبدیلی کرے۔ سچھ لوگ اپنے شرعی حصے سے محروم ہو جائیں گے اور کچھ تھنھے سے زیادہ لے جائیں گے۔ اسی طرح نکاح و طلاق کے قواعد شرعیہ میں جو بھی تبدیلی حکومت کرے گی اس سے عالم مسلمانوں کی زندگی متاثر ہوگی اور عدالتیں اٹھیں یا بند کریں گی اگر قانون سلطنت کے مطابق عمل کریں خواہ شرعاً یہ عمل فاسد و باطل ہو۔

اس طرح کے قوانین کے خلاف نہ صرف عالم اخلاقی نقطہ نظر سے احتجاج ضروری ہے بلکہ مسلمانوں کو پوری جدوجہد کرنی اور تحریک چلانی چاہئے کہ یہ قوانین مسترد ہوں یا ابھی بننے جا رہے ہوں تو ان کا بنا رک جائے۔

استفاظ کے جس قانون پر یہ مستفتا مسئلہ ہے وہ اول الدرجہ میں داخل ہے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ حکومت نے مدخلت فی الدین کی ہے۔ نیز یہ کہنا بھی سکل ہے کہ اس قانون کو بنانے میں حکومت نیک ثابت نہیں ہے۔ ہاں یہ تلقیناً کہہ سکتے ہیں کہ حکومت جس قانون کو معاشرے کے لئے تضییب کرنا فذ کر رہی ہے وہ سخت دینی مصادر اپنے اندر رکھتے ہیں۔

یہ حق الخدمت الگ ادا کیجئے اور زکوٰۃ الگ سے دیجئے جب کہ یہ معلم مندر جہ بالا فرا عد کی رو سے زکوٰۃ کا مستحق ہو۔ زکوٰۃ کسی خدمت کے لیے بھی نہیں دی دہ تو حسبتہ شدیدی جانی ہے۔ مزدورگی خود ری دیجئے ہوئے اگر آپ یہ نہ کر لیں کہ میں زکوٰۃ نہ رہا ہوں تو یہ فضول ہو گا۔ زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔

### زمین سے زمین بدلنا

#### مسئوال ۶۔ (الصفاء)

جنس کے بدلے وچن اگر تبادلہ کرنا ہو، مثلاً ایک آدمی کے پاس زمین طیارہ کنال ہے اور دوسرے کے پاس ایک کنال، دونوں تبادلہ کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے آدمی کی زمین ڈھلوان اور بخیر ہے جن میں مرمت کرنے سے یہ قابل بن جائے وہ سرے کے پاس اچھی زمین ہے یہ اپس میں تبادلہ اس طرح کرتے ہیں کہ طیارہ کنال زمین ایک کنال کے بدلے تبادلہ ہوتا ہے۔ لہذا یہاں ایک طرف زیادتی ہوتی ہے جو سود ہے۔ اس تبادلے کو شریعت کے مطابق کس طرح بنایا جائے؟

#### جواب ۶۔

جنس کے بدلے جنس کے تبادلے کا مسئلہ اور ہے اور زمین کے بدلے زمین کا اور۔ آٹا یا گیوں یا چن اور جو اورغیرہ کا تبادلہ کرنا ہو تو دلائلی شرطیں ہیں۔ برابر سرا بر بدلنا اور ہاتھوں ہاتھ بدلنا۔ یہ نہیں کہ آپ نے زید کو دس کلو گیوں ابھی دیئے اور وہ کہ کہ دس کلو گیوں میں تھیں شام کو یوں مادوں کا۔ رہیں وہ چیزوں جو تو کہ نہیں پیمائش کے حساب سے یا گنتی کے خابے بھی ہیں ان کا یہ حکم نہیں۔ زمین پیمائش کے حساب سے بنتی ہے۔ بیکیہ۔ ایک کنال جو بھی احتفاظات کہیں راجح ہوں یہ حال زمین کی خرید فروخت طول و عرض کے حساب سے ہوتی ہے۔

چاندی کا بھاؤ دش روپے تولہ ہے اور سونے کا پانچ سور پے۔ تو یہیں تولہ چاندی دوسوکی ہوئی اور قین تولہ سونا پندرہ سو کا۔ ست روپے میں ایک سو سترہ تولہ چاندی اچاۓ گی لہذا اس شخص پر سترہ سوکی زکوٰۃ دا جب ہو گئی جو بیالیں روپے چاہس پسے نہیں ہے لیکن ۵۵ لیے تولہ چاندی کی قیمت کا سامانی تجارت ہو تو اس سامان پر بھی مال بمال زکوٰۃ فائدہ نہیں۔

البتہ تجارت کا سامان نہ ہو استعمالی سامان پہلو تو چاہے کتنا ہی کا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں لیکن یہ شخص زکوٰۃ لے بھی نہیں سکتا۔ مثلاً زید کے پاس نصاہ کے بقدر سونا چاندی نہیں۔ باہی تجارت بھی نہیں نیکن گھر میں فالتو سیان کافی ہے جیسے طیارہ طلاق ستر، فاضل تجافت ستر، بھی کچھا حکومی تقاضی میں استعمال ہونے والے چاہے کے سیٹ یا ٹرنر سیٹ وغیرہ تو اگرچہ ان اشیاء پر زکوٰۃ نہیں لیکو ان کا مالک زکوٰۃ لے بھی نہیں سکتا۔ ہماری ضروری استعمال کی چیزوں کا حکم حدا ہے۔ زید کے ہدیہں کھکھر سیان ہیں، روزانہ استعمال کے کافی ترین ہیوں، کپڑا سینے کی مشین ہیو، دفتر جانے کی سائیکل ہو مگر سونا چاندی بقدر نصاہ ب نہ ہوا اور بال پچوں کا گزار ایمس آمدی میں سہولت سے نہ ہو رہا ہے یہ تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ بلکہ ارباب انتظامت کو خاص طور پر اسے سفید لوشوں کا خال اسی زکوٰۃ میں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ تی چاہے مانگ بھی نہیں سکتے۔ زکوٰۃ دیتے ہوئے بالکل ضروری نہیں کہ دینے والا اظہار بھی کرے۔ اس کا صرف دل میں نہت کر لینا کافی ہے۔

یہ معلم کو خواہ وہ چوں کا ہو یا بڑوں کا اسکی تجاہیں مفطرہ اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ اس کی تجاہ اور خدا کے طور پر ہے ہی وجہ ہے۔

اہمدا یہ تو ضروری ہے کہ لین، دین اور تبادلہ ہاتھوں  
ہاتھ ہو سکر برابر ہونا قطعاً ضروری نہیں۔  
 مختلف زمینیں اپنی صلاحیت اور محل وقوع کے  
وقتار سے اچھی یا بہری ہوتی ہیں۔ بندرگزیں نرخیز  
زمین کی ہمسر کہاں ہو سکتی ہے یا نہروں کے قریب  
واقع ہونے والی زمین کامقا بلق ودق صحرائی  
گودیں پانی جانے والی زمین کے لئے کہاں ممکن ہے  
لہذا زمینیوں کے مالک مختار ہیں کہ جس طرح مناسب  
سمجھیں اپنی زمینوں کا تبادلہ کر لیں۔ اس میں طول و  
عرض کی کمی بیشی سود نہیں ہے۔

آپ یا اور کچھ عام لوگ اس طرح کے سائل ہیں  
یوں کام کروں اور اپنے قیاس سے کام نہ لیں تو  
بہتر ہے۔ ان انسانوں کے لئے اپنی علم کے پاس لائیں  
موجود ہیں لیکن عوام کو دلائل سے نہیں اپنی علم کے  
فتوؤں سے سروکار ہونا چاہیے۔

### خدمت دین

#### سوال ۱:- (ایضاً)

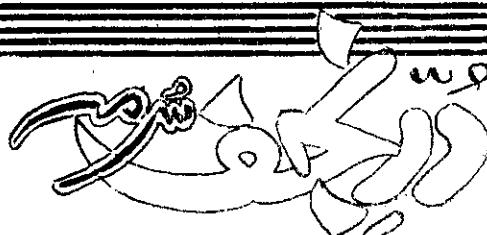
جس سے دین کا کام کچھ نہیں ہوتا، دل میں بہت  
شوک ہے۔ خامیاں بہت ہیں۔ میں کس طرح دین  
کا کام کروں اور یہتر کام دین کا کیا ہے اسی کی  
طرف تریادہ توجہ مبذول فشر ماہیں تاکہ میں یماندا  
ہوں۔

#### جواب :-

اگر بھائی کاموں کا شوک ہے تو بہت بڑا میراث  
پڑا ہے۔ پڑوس والوں کے کام آئی۔ ضرورت  
مندوں کی مدد کیجئے۔ احباب و اعزاء کو اچھی باتیں  
 بتائیں اور برائے کاموں سے روکنے کی مختصاز  
کوش کریجئے۔ یہ سب "خدمت دین" ہی کے مدرسے  
میں آتی ہے۔ اس سے آگے یہ ہے کہ غلط خدا کی

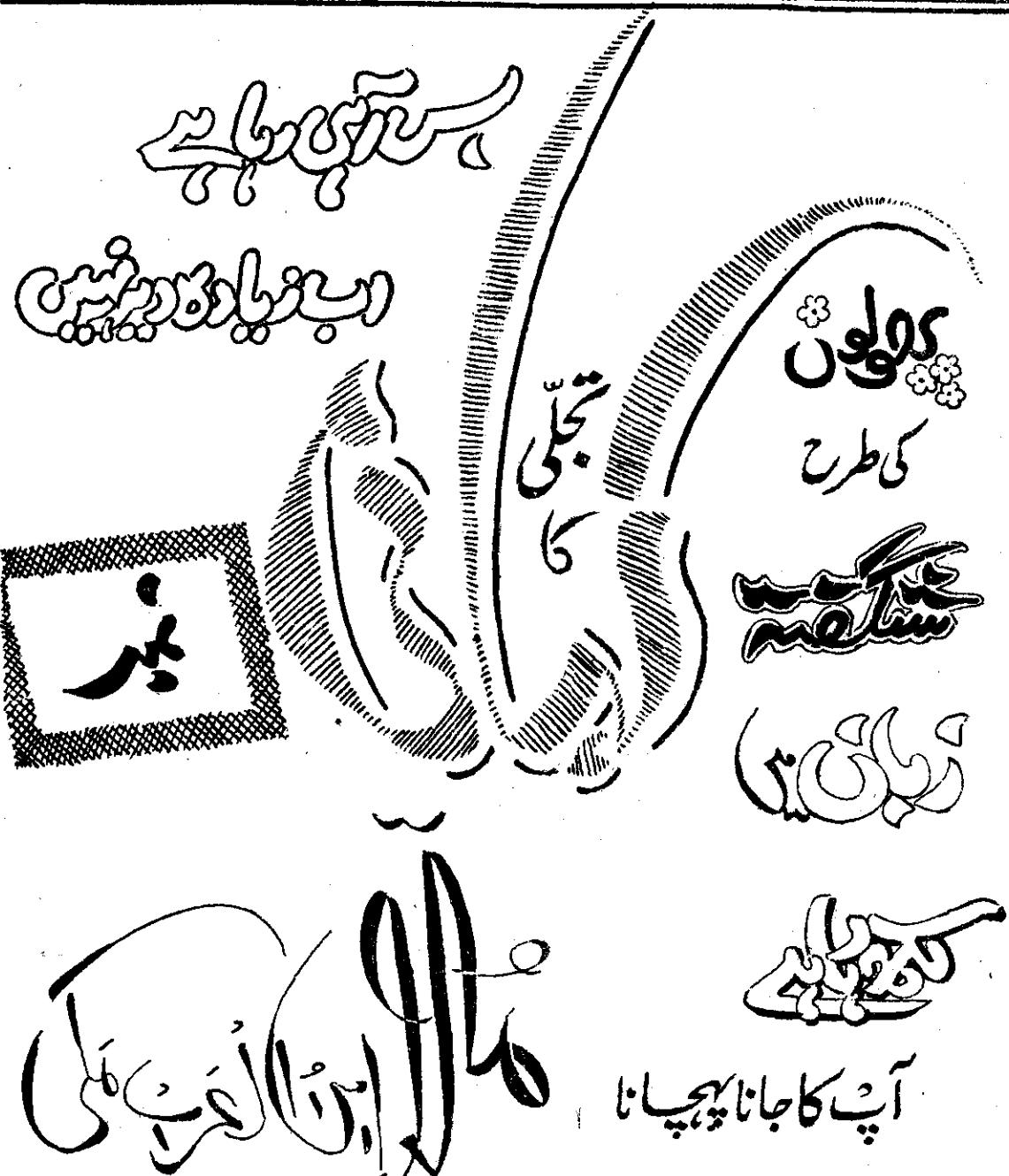
خدمت اور دین کی اشاعت کرنے والی کسی جانی ہیجنی  
جماعت کے مجرم جائیے اور جو کام یہ جماعت اپنے  
لے اسے محنت اور اخلاص سے پورا کر جائے۔

خامیوں سے کوئی خالی ہے۔ ان لوگوں کو غیرت  
سمجھیے جن کی خامیاں انگلیوں پر کنی جا سکیں ورنہ ہمیں  
سے ہر لیکے بے شمار خامیاں رکھتا ہے۔ ان گفتگوں  
کرتا ہے۔ آپ کو اپنی جن خامیوں کا شور ہو جائے ایک  
کوئی دوسرا درد نہیں کرے گا بلکہ آپ خود کریں گے۔  
بہتر سے بہتر حکما اسماں بننا بھی آپ تھی اپنی ہی جد و  
جہد پر محضر ہے۔ مشریعت کے احکام اللہ کے فضل  
سے معلوم و معروف ہیں۔ اچھی سے اچھی دینی کتابیں  
اُردو میں بھی موجود ہیں۔ اچھیں شعل راہ بننا کر زندگی  
گزاریتے۔ آپ عزم کر لیں گے تو اللہ بھی مدد کرے گا۔



- بنیانی کا محافظت
- امراض پیش کا دشمن
- تقریباً چالیس لوں از اتنی کی سوئی پورا اتر نہیں۔
- لگتا اور کرتا نہیں۔

- ایک تولہ نور پے چھ ماشہ پائچ رپے۔
- ڈاک ترجیح ساڑھے تین روپے۔
- ایک تولہ والی تین یا چھ ماشہ والی چھٹیں
- ایک سانچھ طلب کرنے پر ڈاک ترجیح معاف۔
- دار الفیض سرحمانی۔ (دیوبندی بیان)



آپ کا جانا پچھانا

جس کو دیوبند مگنے پڑا کیا ہے

الشیعی (اللہور)

# مولانا مختارم کی حیات

محترم اپنے مخصوص دھیمے اچے میں پوری تفصیل سے ان استفسارات کا جواب دیتے ہیں، ایک مجلس میں مولانا محترم نے بتایا کہ سیرت کی پہلی جلد کتابت ہوئی کہ بعد چھینے کے لئے تیار ہے، دوسرا جلد کی کتابت بھی تحریب قریب مکمل ہو چکی ہے پہلی جلد چھینے کے بعد یہ بھی پریس میں چلی جائے گی۔ اس کے بعد روزمرہ جلد وں کا کام باقی رہ جائے گا، اس طرح سیرت چار جلد وں میں مکمل ہو جائے گی۔

ایک نوجوان کا سوال ترجمہ والے قرآن پاک کے بارے میں بھی تھا، کیونکہ ادارہ ترجمان القرآن مولانا محترم کے ترجمہ قرآن کو عربی متن کے ساتھ الگ شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

مولانا محترم نے بتایا کہ یہ کام بھی مکمل ہو چکا ہے اور کتابت کے بعد اس کی پاچ مرتبہ تصحیح بھی ہو چکی ہے اس اشاعت میں تاخیر اس لئے ہو گئی کہ مظاہرہ باریک کا غذ کوشش کے باوجود نہیں ملا۔ باریک کاغذ اسلئے لگواریا

چند دن پیشتر ایک رات مولانا محترم کے سینے میں درود کی شکایت رہی۔ ڈاکٹر نے معاشرتے کے بعد یہ بتایا کہ سینے کی یہ تکلیف دل پر کسی قسم کی خراش یا زخم کے شیخ میں نہیں ہوتی اور شویں کی کوئی بات نہیں ہے، تاہم احتیاط ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر نے مولانا محترم کو، ایسی ملاقاتوں سے روک دیا ہے جو دل دماغ پر بوجھ ڈالنے والی ہوں۔ البتہ عصر و مغرب کے درمیانی وقت میں مولانا محترم آنے والوں سے پستور ملاقات کر رہے ہیں اور نمازِ عصر کے بعد کی جلس پر رونق ہے۔

---

مولانا محترم چونکہ ان دونوں سیرت پر کام کر رہے ہیں، اس لئے ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی ملاقاتی ضرور و اس کے بارے میں سوال کرو چکا ہے۔ سوال کی نوحیت یہی ہوتی ہے کہ لئنا کام مکمل ہو چکا ہے۔ کتاب کب تک تکمیل پہنچ کر آجائے گی اور یہ کتنے حصوں پر مشتمل ہو گی؟ مولانا

سے اپنے مطالبات ہونے کے لئے میدان میں نکلتی ہیں پیپلز پارٹی تو حکومت کا ہی دوسرا نام ہے۔ وہ بحالت موجودہ اس اتحاد میں کیسے شامل ہو سکتی ہے، رہائش پر اس کا مقابل تو یہ پڑھواہ سیکولر نظریات کی حاجی گیوں نہ ہو، لیکن اس وقت تو اس سے اسلام نظریہ پاکستان اور ملک کی سالمیت و بقاۓ تعلق نکالت پر اتحاد کیا گیا ہے اور وہ اس بات کی پابند ہے کہ اس جدوجہد میں دوسری جماعتیں کا ساتھ دے۔

ایک سوال مغربی تمدن کے خمود صاماً امریکہ میں اسلام کی اشاعت سے متعلق تھا، مولا ناجترم جبکہ امریکہ سے واپس آئے ہیں ملاقاتی اکثر یہ سوال کرتے ہیں میر مولانا ناجترم نے فرمایا کہ امریکہ میں نیگرنسی کے لوگ بڑی تیزی سے اسلام قبول کر رہے ہیں۔ یہ حسن نہ بانی افرازوں قبول نہیں ہے بلکہ اسلام قبول کرنے ہی ان کی زندگی کا بہنجار پیدل جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو عین اسلام کے ساتھ میں ڈھال لیتے ہیں۔ پھر اسلام کی اشاعت قبلیہ ان کی زندگی کا مقصود بن جاتا ہے۔ البتہ سفید نسل میں اسلام کے چیلنج کی روشنی تیز نہیں ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ سفید نسل اسلام کے بارے میں تعصب کا شکار ہے جو نکہ یہ عیا نیت سے منفر ہو چکی ہے اس لئے اطمینانِ قلب کی تلاش میں پہنچ دا نہیں کر سکتے تو پھر وہ آخر میں اسلام کا مطالعہ کرتی ہے سفید نسل کے جلوگ سخنی دی کے اسلام کا مطالعہ کرتی ہے اندرا پیار استہ بنا جاتی ہے، اس لئے مکن نہیں کہ پیپلز پارٹی اقتدار پر چھوڑ کر اپوزیشن میں آجائے تو محاذ کے بارہ نکات پر اس سے بھی اتحاد ہو سکتا ہے، لیکن موجودہ صورت حال میں اتحاد اس لئے مکن نہیں کہ پیپلز پارٹی بزرگ اقتدار جماعت ہے اسے یہ اختیار حصل ہے کہ اگر وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہے تو کسکتی ہے اس کی حیثیت ان جماعتیں کی ہی نہیں ہے جو حکومت

جاری ہے کہ قرآن با ترجمہ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے اور عام کاغذ لگانے سے اس کی خمامت بہت بڑھ جاتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ قرآن پاک ایک ہی جلد میں شائع کیا جائے اس لئے اب باریکہ کاغذ تیار کرو ایسا جاری ہے انشاء اللہ ما شج اپر قیل میں قرآن پاک جھپٹ کر آجائے گا۔

اسی مجلہ میں ایک نوجوان نے جماعت اسلامی اور نیشنل عوامی پارٹی کو لیکن نظام کی داعی ہے جب کہ جماعت اسلامی کا مقصود اسلامی نظام ہے۔

مولانا ناجترم نے فرمایا کہ متعدد جمہوری محاذ میں تمام جماعتیں نے جن میں جماعت اسلامی اور نیشنل عوامی پارٹی بھی شامل ہے۔ ان بارہ نکات پر اتحاد کیلئے جو سراسر اسلامی اور ملک کی سالمیت و بقاۓ متعلق ہیں، اس اتحاد کے پیچے میں نیشنل عوامی پارٹی بھی اسلامی نظام اور اسلامی انقلاب کی بات کرنے کی پابند ہو گئی ہے۔ مولا ناجترم نے خرید فرمایا کہ یہ اسی اتحاد کا شیخ ہے کہ نیپے ختم بوت کی خریکی کی خلافت نہیں کی بلکہ اس کے حق میں ووٹ دیا۔

اسی نوجوان نے پھر لیچھا، اگر جماعت اسلامی نیپے اتحاد کر سکتی ہے تو پیپلز پارٹی سے اتحاد کیوں نہیں کیا جاسکتا؟

مولانا ناجترم نے جواب دیا کہ پیپلز پارٹی اقتدار پر چھوڑ کر اپوزیشن میں آجائے تو محاذ کے بارہ نکات پر اس سے بھی اتحاد ہو سکتا ہے، لیکن موجودہ صورت حال میں اتحاد اس لئے مکن نہیں کہ پیپلز پارٹی بزرگ اقتدار جماعت ہے اسے یہ اختیار حصل ہے کہ اگر وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہے تو کسکتی ہے اس کی حیثیت ان جماعتیں کی ہی نہیں ہے جو حکومت

عدم کو سدھار جاتے ہیں۔  
مولانا حضرت نے اس ضمن میں یہ واقعہ سنایا کہ ایک  
رخشد لندن میں ایک بڑھی عورت اپنے فلیٹ میں  
مر جی اور چار دن تک مری پڑھ رہی۔ آنحضرت سے  
پڑھیوں کو علم ہوا تو ان میں سے کسی نے اسکے لئے  
کہاں کے مرنے کی الملاع دی۔ لڑکے نے ماں کی بیت  
پر پہنچنے کے بھائے عرودوں کو فنا نے والی اجمن کو فون  
پر اطلاع دی کہ فلاں جگہ ایک بڑھیا چار پانچ دن سے  
مری پڑی ہے اسے دنادیا جائے اور جو خرچ آئے  
اس کا بل بھی محضہ دیا جائے۔  
ان لوگوں کی زندگی کا نقشہ۔ جلوگ اپنے والدین کے  
ساتھ پسلوک کرتے ہیں وہ دوسروی قوموں کیسا تم  
بھلاکب اچھا سلوک کر سکتے ہیں۔

## مارگ دیپ (ہندوی)

اسلام کی بنیادی تعلیمات کو غیر مسلموں  
پہنچانے والا خاص تسلیمی مہنماد ہے  
پڑھنے لکھنے غیر مسلم طفقوں میں قحط  
اور پسندیدگی کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے  
سالاز چند ہ صرف پاچ روپے۔ لیکن اعزازی  
حثیت نے آپ پچاس اور سورو پے بھی دے  
سکتے ہیں۔  
تسلیم دین کے میشن کی اہمیت کا احساس  
کرنے والے تھرات اپنے زیادہ سے  
زیادہ ہائی تعاون کے ذریعہ ادارہ کا  
پاکھڑ ہمایں۔

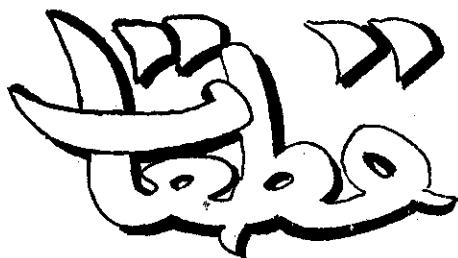
ہندوی مہنماد "مارگ دیپ" ارشنی پیش نگ  
ہاؤس۔ کتبی مدد۔ رامپور (ریو۔ پی)

ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی کمی اسلامی طرزی چرخ کی ہے،  
جس کی وجہ سے دنیا میں اسلام پھیلنے کی رفتار ہے نہیں  
ہے جو ہونی چاہئے۔  
ایک نوجوان نے دریافت کیا کوئی جماعت اسلامی  
طریقہ کی تیکی کو دور نہیں کر سکتی ہے مولانا حضرت نے فرمایا  
جماعت اسلامی کے پاس، تنا سرمایہ نہیں ہے کہ وہ  
دنیا کے ہر ملک کو اس کی ایسی زبان میں کثرت سے  
اسلامی طرزی چرخ فراہم کر سکے۔ تاہم جماعت نے اپنے  
رسائل کی عدالت دنیا کی بہوت سی زبانوں میں اپنا  
طریقہ شائع کیا ہے اور وہ تیزی سے پھیل رہا ہے مولانا  
حضرت نے اس ضمن میں یہ تجویز پیش کی کہ اگر البتہ عالم  
اسلامی دنیا کے ہر ملک کی زبان میں اسلامی طرزی چرخ کا  
تزویجہ کر دے اسے کے لئے بہترین ستر جوں کا بندوبست  
کرے تو ہبہت جلد دنیا کی سیز زبان میں اسلامی طرزی چرخ  
ہمیا کیا جاسکتا ہے۔ رابطہ اگرچہ جزوی طور پر یہ کام  
کر رہا ہے تاہم اسے بہت وسعت جیسے کی ضرورت سے

ایک مجلس میں کسی صاحب نے سوال کیا مولانا مغرب کی  
خاندانی زندگی میں کیا مکمل ریاض ہیں؟  
مولانا نے فرمایا، اصل میں مغرب کی خاندانی  
زندگی کا شیرازہ بکھر جکا ہے اور ان لوگوں میں وہ  
احساسات تقریباً مفقود ہو گئے ہیں جو خاندانی زندگی  
اور معاشرے کی اساس قرار پاتے ہیں۔ مغربی خاندانوں  
میں ماں باپ اپنے لڑکیاں سب خود محنت رانہ زندگی  
بسر کرتے ہیں اور کوئی کسی معمالات میں داخل نہیں دیتا۔  
والدین پہلے خود اپنی نوجوان لولاد کو آزاد کر دیتے ہیں  
اور حسب وہ کھانے کمانے لگ جاتی ہے تو والدین کی  
خدمت و اطاعت کو فرمائیں کہ بیٹھنی ہے اور بوجھے  
والدین کو یا تو اپنے میں انداز کئے ہوئے سراتے پر  
گذر اوقات کرنی پڑتی ہے یا پھر وہ محتاج خانے میں  
داخل ہو جاتے ہیں اور زندگی کے دن پورے کر کے ملک

دیواں توں کو اہل فرد نے پورا ہے پر سوچی دیتے ہے  
تھی یہ شریش قوم کے اس نے فرزانوں پر کنکر پھینکا  
بایں اپنا سایری دہانی میں صفت تو اہل نظر میں  
ان کو خبر ہے سنگ ملارت پہاڑ اس نے کس پر کھینکا

شم سے گردن جھاک جاتی ہے یہیں کہنی بھی کیسے ہو سکے  
کن کن لوگوں نے چھپ چھپ کر دوسرے چھپ چھپ کیا  
پنوں ہی کی راہبری تھی جس کے بھروسے میں اکثر  
زہر خرید امریت چھوڑا کنکر ڈھونڈتا گوہ پھینکا



### عامر عثمانی

میری نظر میں یہ بھی ساقی کم نظری ہے بلے کبی ہے  
کیس نے ٹوٹا ہوا ساناخ میختانے سے باہر کھینکا  
میخواروں کو یہ توجہ تھی اس کو تیرا لاقہ لگا ہے  
باہر کی ناپاک زمیں پر پھر کس دل سے کیونکر پھینکا

طغیہ مھیمان دینے والوں کا نظر اس پر بھی الٰو  
میری توہہ کے شیشے پر فطرتی خود پھر کھینکا  
بے موسم گھر آئے بادل، بن بادل بھی برپا ہی  
میں سے جب بھی توہہ کر کے مینا آجودی غونچھینکا

عامر میری ششہ لبی سے یوں بھی کھیل کیا ساقی نے  
پاس ملا کر اس سبندھا کر دھلا کر تقبلہ کر پھینکا

عامر میری ششہ لبی سے یوں بھی کھیل کیا ساقی نے  
میں بھر بھی تاویل ہی کوئی کر لیتا لیکن ظالم نے

یکپیش شانے میں اس میار کن کتاب کے چنان اور ادق دینے گئے تھے وہ اکتوبر ۱۹۷۷ء ترجمان الفرقان "سے تھے  
ذیل کے اور اق اگرت شیخ کے ترجمان القرآن سے ہیں۔ گویا ان میں باہم ترتیب نہیں ہے بلکہ احمد بن  
الکفاء نے یہ کتاب ترتیب سے پیش کریں گے۔ اشارہ اللہ ————— (۱۵۰)

## رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا خاندان

حضرت اسماعیلؑ کی رسالت (اندب یہ ہے کہ قصہ قوت  
اور عرب بیان اس کے اثرات حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے خاندان کعبہ

تعصیر کیا اور اس گھر کو مرکز و مرقع قرار دے کر ہر سال اس کی طرف حج گرنے کا اذن عام لوگوں کو دیا یہی وقت تھا جب حضرت اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب پر سرفراز فسر ما تاکہ وہ عرب میں دین اسلام کی تبلیغ کا وظیفہ انجام دی۔ قرآن مجید میں ان کے متعلق فرمایا گیا ہے:-  
وَإِذْ كُرِبَّ فِي الْكِتْبَ شَهِيْعَلْ اوہ اس کتاب میں اسماعیلؑ کا دل کر کر کو۔ وہ وحدت کا سچا  
كَانَ هَمَادِقَ الْوَعْدَ فِي كَانَ کا دل کر کر کو۔ وہ وحدت کا سچا رَسُولًا ذِيَّاً وَقَنَ نَاصِرًا  
أَهْلَةً بِالْقَلْوَةِ وَالْمَلْوَةِ والوں کو شماز اور زکرۃ کا حکم دکھانے میں مدد اور نیازی پڑیا۔ دین اخفا اور اپنے رب کے نزدیک  
(مرمعم۔ ۵۵-۵۶) پسندیدہ تھا۔

اگرچہ تاریخ میں حضرت اسماعیلؑ کی زندگی کے حالات اور ان کی رسالت کے کام کی کچھ تفصیلات نہیں ملتیں لیکن ان کی رسالت کے کامیاب ہونے کا واضح ثبوت یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو تمام عرب میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ حج اور عمرے کے لئے عرب کے تمام اطراف و نواحی سے لوگ بچھ پہنچ کر آتے رہے۔ مذاہکب حج تقریباً ہر ہی رہتے جو اہل اسرائیل مقرر کئے گئے تھے۔ صفا اور مروہ کی سمی اور ارزی الحجہ کو مٹی میں قریانی کا طریقہ بھی عرب میں راجح رہا جو بلاشبہ سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی اور ان سے متاثر ہونے والوں کی تبلیغ

مشرک نہیں۔ جو شخص اس کا قائل نہیں ہے وہ اپنے نفس پر آپ ظلم کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف الاستبلیح بہت بڑھے ہو چکے تھے۔ انہوں نے حاضر ہو کر اسلام قبل کیا (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۳۲۔ الاصابہ، ج ۱، ص ۱۴۹۔ ابن مہما، ج ۲، ص ۱۵۶)

عمر بن عبدہ۔ یہ بنی شیلیم میں سے تھے۔ ابن سعید کا بیان ہے کہ اسلام سے پہلے انہوں نے تیوں کی پرتش چھوڑ دی تھی۔ اما احمد رضی ان کا اپنا قول نقل کیا ہے کہ میں جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کو گراہی پر سمجھتا تھا اور تیوں کے متعلق میرا خیال تھا کہ یہ کچھ نہیں ہیں انکا ایک اور قول یعنی کیا گیا ہے کہ میرے ذل میں یہ باتِ ال دی کچھ تھی کہ تیوں کی پرتش ماطلب ہے۔ ایک شخص نے میری یہ باتیں سنیں تو کہا کہ میرے میں ایک شخص ہے جو ایسی ہی باتیں کہتا ہے۔ چنانچہ میں مکار آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آپ کی تعلیمات درافت کیں اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا (الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۳۱)

سب سے زیادہ سبق آموز قصر زید بن عمر و بن نفیل کا ہے جو حضرت عمرؓ کے چیاز اد بھائی اور حضرت سعید بن زید (حضرت عمرؓ کے ہنزوئی اور کیے از عشرہ مشیرہ) کے والد تھے۔ یہ توحید کے عقیدے میں بہت سخت تھے۔ بت پرستی، اور عزادار اور خون اور تیوں پر کی ہیوئی قربانی کو حرام بھجتے تھے۔ تیتوں کے قتل کو بہت بُرا جانتے تھے اور ان کو بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہودیت اور ضرائریت کو بھی انہوں نے رد کر دیا تھا اور کہتے تھے کہ ہماری قوم کے خبر کو دیوار کی دیوار کے سہارے بیٹھتے اور کہتے تھے کہ قریش کے لوگوں خدا کی کسی ایسے جانور کا گشت نہیں کھاؤں گا جو اللہ

ہی کا ہے اثر تھا کہ اہل عرب میں حضورؐ کی بعثت کے زمانے تک اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ تصورات پائے جاتے تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں جگد جگد کیا گیا ہے دمثال کے طور پر ملا جنہے پڑ سورہ زخرف، آیت ۷۸۔ سورہ غنیمۃ، آیات ۱۴ تا ۲۲ سورہ مومنون، آیات ۴۱ تا ۴۳۔ سورہ یوسف، آیات ۲۲ تا ۳۳۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۷۔

اور یہ بھی رسالتِ اساعیلیؑ کا اثر ہی تھا کہ بعثتِ حمدؐ کے وقت تک عرب میں ایسے لوگوں کا ایک گروہ کو جو رہا جھیں تاریخ میں حفقاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عرب کے مختلف قبائل میں جگد جگد پلتے جاتے تھے تاکہ سے انکار اور توجیہ کا اقرار کرنے تھے اور دین ابراہیمؑ کی پیروی کرنا جاتا ہے تھے۔ ہم نے قریم القرآن، جلد جہاں میں حصہ پر ان لوگوں کی فہرست دیجی ہے۔ ذیل میں ہم ان میں سے بعض کے حالات لکھتے ہیں:-

النابغہ الجعدی۔ یہ بنی عامر بن حفصہ میں سے تھے جاہلیت کے زمانے میں دین ابراہیمؑ اور حیفیت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ روزے رکھتے اور استغفار کیا کرتے تھے۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کام میں توجیہ اور حیات بعیدوت اور بجز اوسری اور حجت و درخواست کا ذکر ملتا ہے۔ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کیا (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۱۰)

سرمه بن النس۔ یہ بنی عدی بن نجاشی میں سے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں درویشی اختیار کر لی تھی۔ بہت پرستی چھوڑ دی تھی۔ غسل جنابت کرتے اور حانصہ سے پرہیز کرتے تھے۔ سراب اور ہر زندہ آور چیز کو پاپندا کرتے تھے۔ پہلے عیسیٰ ہونے کا ارادہ کیا چھوڑ ک گئے اور ایک مسجدی بنائی جس میں کسی جگبی یا حاصلہ کو نہیں آئنے دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ میں دین ابراہیمؑ کی عبادت کرتا ہوں اور دین ابراہیمؑ کا پیر و ہمہوں۔ ان کا ایک شعر ہے:-

الحمد لله ربِّي لا شريك له  
من لم يقل لها فنفسه ظلمها  
تعريف میرے ربِّ الشَّرَكَ لئے ہے جس کا کوئی

کے اثرات کے سوا اور کیا کام جاسکتا ہے کہ انتہائی جاہلیت اور بدترین شرک میں طوب کرنے بھی اللہ کے بارے میں اُن کے اندر یہ عقیدہ موجود تھا۔

**حضرت اسماعیلؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ تک زندہ رہے خانہ کعبہ کی تولیت کا انتظام** کعبہ کی تولیت ان ہی ملا اور نہ نصاریٰ ہیں۔ اس پر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "حضرت اسماعیلؑ مجھے معلوم ہے تاکہ تیری عبادت کا کو ناطر یعنی پریمیرے سو اکوئی نہیں ہے۔" وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ "حضرت اسماعیلؑ معلوم ہے تاکہ تیری عبادت کا کو ناطر یعنی پھر وہ اپنی تحلیل پر سرکھ کر سجدہ کرتے۔ انہوں نے دین ابراهیم کی تلاش میں شام کا سفر کیا مگر وہ نہ یہود میں

کے ہاتھ میں رہی اور ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے نابت مشتوی ہوئے۔ لیکن نابت کی وفات کے بعد جو تمہارے لوگ جمکہ میں حضرت ہاجرہ کے وقت سے بھے ہوئے تھے اس طہر کی تولیت پر قابض ہو گئے اور صدیوں تک قابض رہے۔ ان لوگوں میں رفتہ رفتہ اتنا بگاڑ پیرا ہو گیا کہ رانہوں نے مکہ کی حرمت کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ کعبہ میں جو مال پرستی دیا جاتا تھا اسے ناجائز طور پر کھانے لگے۔ زیارت کے لئے آنے والوں کو منانے لگے۔ بہتر تک

کہ ان میں سے حب کسی کوز نکالے کوئی جگہ نہ ملتی تو وہ خانہ کعبہ میں جا کر یہ گناہ کرتا تھا۔ اسی زمانے کا یہ اتفاق ہے کہ ایک شخص اساف نے ایک عورت نامہ کے ساتھ کعبہ میں یافعی حرام کیا اور اللہ تعالیٰ نے دونوں ہوشیج کر دیا۔ پھر حدت تک تو یہ واقعہ ناشان عبرت بنارہا مگر ایک دست بعد ان دونوں کے بیٹت بنائیں ایک کو عصا پراور دوسرا کو مرگ وہ برکھ کر ان کی عبادت کی جانے لگی۔ یہ اُس تنزل کی نتیجی تھی خانہ کعبہ کے میتوانی مبتلا ہو گئے تھے۔

آخر کار جب بُر ہیمیوں کی زیادتیاں حد سے بڑھ گئیں تو بنی کنانہ میں سے بنی بکر بن عبد منانہ اور بنی جزان میں سے عقبشان نے مل کر اُن سے جنگ کی اور اُن کو ملہ سے نکال دیا جلتے ہوئے یہ لوگ زمزم کو بند کر کے اُس کا شان تک مٹا چکے اور اسے اصل وطن میں کار است لیا۔ اُن کے بعد کعبہ کی تولیت بنی حرام کی اُس شاخ کے قبضے میں آگئی جو غسانی کے نام سے موسوم ہے۔ تین چار سو برس تک وہی اس تقدیس طہر کے متولی رہے اور ان ہی کے زمانہ میں خانہ کعبہ ایک پورا بُت خانہ بن گیا۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوتی کہ اس قبیلے کا

کے سوا کسی کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ خدا کی قسم ہیں ابراہیم پریمیرے سو اکوئی نہیں ہے۔" وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ "حضرت اسماعیلؑ معلوم ہے تاکہ تیری عبادت کا کو ناطر یعنی پھر وہ اپنی تحلیل پر سرکھ کر سجدہ کرتے۔ انہوں نے دین ابراہیم کی تلاش میں شام کا سفر کیا مگر وہ نہ یہود میں ملا اور نہ نصاریٰ ہیں۔ اس پر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "حضرت اسماعیلؑ مجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔" آخر کار ملاد حرم میں حضورؐ کی بعثت سے باخ سال پہلے کسی نے انھیں قتل کر دیا۔ ان کا چچا خطاہ انگوہ دین اپنائی سے پھر جانے پر سخت تنگ کرتا تھا حتیٰ کہ اس نے انھیں مکہ سے نکل جانے پر جیوڑ کر دیا اور قریش کے سفہاء کو ان کے تیجیے لکھا دیا کہ اسے شہر میں نہ ہٹنے دو۔ زمانہ مسلم میں حضرت عزیز اور حضرت سعید ضمیں زید نے حضورؐ سے عرض کیا کہ نہیں کے خیالات آپ کو معلوم ہیں کیا ہم ان کے لئے دعاۓ مغفرت کریں؟ آپ نے فرمایا "پاں، قیامت کے روز وہ تنہا ایک امرت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔" دالا شہر عابد حجؓ ص ۵۳۹۔ الہمابہ، حجؓ ۱، ص ۵۵۲، ابن ہشام، حجؓ ۱، ص ۴۳۹۔ ۲۳۷۔

تائیم ۱۹۸۰ء میں عرب جم شرک میں مبتلا تھے اس کی زوریت اُن کے اُس تلقینی سے معلوم ہوتی ہے جو وہ حجؓ کے موقع پر کرتے تھے۔ اُن کا تلسیسہ یہ تھا:-

لبیک اللہم لبیک لبیک میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر لا شریک لالا الا شریک لالا۔ میں حاضر ہوں، کوئی تیرا ہو لا، تملکہ و مہملک شریک نہیں سو اسے اُن شریک کے جتیرا ہی ہے، تو اس کا بھی مالک تھا اور ہر اُس چیز کا بھی مالک ہیں کادہ مالک ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بہت سے مفرد خداوں کو معبد مانتے کے باوجود ایک رت اعلیٰ کی حیثیت سے اللہ کو ملتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے تمام معبد اُس بزرگ برتر مہستی کے بندے اور مملوک ہیں۔ اس کو رسالت اسماعیلؑ

کرنا چاہیے۔ طبقات ابن سعد میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہنقول ہے کہ آپ مَعْدَ بن عدنان بن آد و تک نسب بیان کرنے کے بعد فرماتے گذب النساءُون "کئے کا نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔" لیکن اور کاشمہ نسب حفظ نہ ہوتے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عدنان کا اولاد اسماعیل ہیں سے ہونا کسی درجے میں بھی مشکوک ہے۔ تمام اہل عرب اس بات پر متفق تھے کہ عدنان نبی اماعیل میں سے تھا اور اہل عرب کا اس پر بالکل متفق ہونا اس کے صحیح ہونے کا ذا قابل انکار شہوت ہے، کیونکہ عرب کے لوگ نسب کو ظری ف اہمیت دیتے تھے اور ان کے لئے کسی کے نسب پر متفق ہو جانا اُس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک ان کے بیان نسل بعد نہیں اس کے بارے میں متواتر روایات موجود نہ ہوں۔

**رسول الکرم کا نسبت نامہ** عدنان کے بعد سامُان اور قبائل عرب سے آپ کا رشتہ حفظ نہ ہوتے ہے جو اولاد عدنان میں سے ہیں اور اس میں علمائے انساب کے دریان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم بیان پہلے رسول الکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ بتائیں گے کہ کس کس پشت پر عرب کے کوئی کوئی سے قبائل آپ کے ساتھ نسب میں شریک ہو جاتے ہیں۔ حضیر کا شجرہ نسب یہ ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن محمد اللہ بن عبی المطلب، بن ہاشم، بن عبدیشاف، بن قصیٰ، بن کلاب، بن قرۃ، بن کعب، بن راعیٰ، بن غالب، بن قدر، بن الک، بن التصر، بن کنانہ، بن حزیر، بن مددیگہ، بن آیاس، بن حضر، بن زیار، بن مَعْدَ، بن عدنان۔

اس سلسلہ نسب میں ہر پشت کے جداً علی پر عرب کے حسب ذیل قبائل حضیر کے ہم نسب ہوتے ہیں جلتے تھے۔ عدنان پر اس نکے درجے پہلے عکت گی اولاد جمیں جا کر اس کی اور آخریوں میں (جو حضرت ابو مولیٰ، شعریٰ خ) کا قبیلہ خواہ، اس کے شادی بیاہ کے تلققات قائم ہو گئے۔ مَعْدَ پر بھی اضافہ اور بھی ایاد۔

سردار غفرورد بن الحجہ ایک مرتبہ شام گیا اور وہاں نے لوگوں کو بیویوں کی پرستش کرتے دیکھا۔ اسے یہ چیز ہوتی پسند آئی، اور اس سے مہبل نامی ایک بہت لے آیا اور کعہ میں اسے لپھ کر دیا۔ وقتہ رفتہ اس پر مزید بیووں کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انہی میں حضرت ابراہیم و اسماعیل اور حضرت مریم کے بنت بھی شامل تھے۔ حضرت مریم کا بہت غالباً اس لئے رکھا گیا تھا کہ عینی ای عرب بھی کعبہ کی طرف رجوع کریں۔ بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے کہ کعبہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویریں بھی تھیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل کی صورت اس شکل میں بھی کہ دونوں کے بانقوں میں اذلام (پانس) تھے۔ کعبہ کی تولیت پر خزانہ کا قبضہ اس وقت ختم ہو جب قریش میں سے قصی بن رحاب نے اسے اپنے خزانی خرس سے حاصل کیا۔ جیسا کہ آج چل کر نعم میان کر رہے گے۔

**اولاد اسماعیل علیہ السلام** عرب کے علماء انساب اور تائبین کا مشقہ بیان یہ ہے کہ حضرت اسیعیل کے بارہ بیٹے تھے مگر جب مکہ پر جرہ ہیوں کا قبضہ ہو گیا تو اولاد اسماعیل کا بہت تھوڑا اساحصہ اس شہر میں بازارہ گیا۔ باقی اس بیٹے کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئے۔ تاریخ اس شاہی میں خاموش ہے کہ ان بارہ بیٹوں کی اولاد کہاں کہاں عرب کے علماء انساب میں سے پیدا ہوئے۔ البته کوئی اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل کے بڑے بیٹے نابت کی اولاد میں سے تھا۔ عدنان سے پہلے حضرت اسیعیل تک کتنی نابتیں گذریں، اس میں سخت اختلاف ہے اور عدنان سے اور کوئی کوئی شجرہ نسب حفظ نہیں ہے۔ عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ ہمیں کوئی ایسا ادمی نہیں ملا جو عدنان اور حضرت اسیعیل کے دریان کا نسب نامہ جانتا ہو۔ ایں وعدہ اور ابن عباس دو قوں کہتے ہیں کہ عدنان سے اور پر کا نسب نامہ جو لوگ بیان کرتے ہیں وہ تجویٹ بولتے ہیں۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ نسب نامہ صرف عدنان بیان کرے۔

اب حضور کے نسب نامہ کی طرف پھر پوچھ گیجئے، اور سمجھئے کہ قریش کے کون کون سے خاندان میں پشت میں حضور کے ساتھ نسب میں مشرک ہوتے ہیں۔

پھر پرنسی محارب اور بنی الحارث - حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بنی الحارث کی ایک شاخ سے تھے۔ غالب بن فہر پرنسی نیم الدارم۔

لوٹی بن غالب پرنسی عاشر۔ اسی خاندان کی ایک شاخ سے فاطمہ ثبت زادہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ اسی خاندان کی ایک دوسری شاخ سے سعیل بن عمرو نبی مصطفیٰ کے گھومنے کی حالت میں صاحب حادیہ کی شرط طے کی تھیں اور اپنے بیٹے ابو جہلیل پر محنت قلمدھاتے تھے۔ پھر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا اور حضور ص کی دفات کے بعد حب مکہ میں ارتاد کا سیلان ابھر نے لگا تو ہمیں اسکو روکنے کے لئے سینہ سیر ہو گئے۔ اسی خاندان کی ایک اور شاخ سے ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ کعب بن لوٹی پرنسی عدی، بنی حمّہ اور بنی نیم،

حضرت عمر رضی بنی عاری کے ایک خاندان سے تھے۔ حضرت عثمان بن مطعون، بنی حمّہ میں سے تھے۔ اور حضرت عمر رضی بن عاصی کا تعلق بنی سهم کے ایک خاندان سے تھا۔

مُرَّةٌ بن کعب پرنسی نیم اور بنی حمّہ و م۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہی نیم میں سے تھے۔ حضرت طیب رضی اسی خاندان سے تھے۔ ام المؤمنون حضرت ام سلمہ اور ان کے پیٹے شوہر حضرت ابو سلمہ بنی خبیر و م میں سے تھے اور اس خاندان کا ایک فرد ابو جہل

ح کا جنہیں کرتا تھا اور ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ ایک ابو عینی میں کر قریش کرتا تھا اور ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ ایک ابو عینی میں کر قریش سمندر کے ایک بڑے جانور کا نام ہے جو ہر جزیرہ کو کھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ قریش بن مدد بنی انصر بن کناد میں سے ایک ایک شخص تھا جو اپنے قبیلے کے قابل میں کیلئے بڑے اور مدد میں کا انتقام کرتا تھا۔ ایک عرب اس قبیلے کے قابل کو دکھ کر کہتے تھے کہ کم جمیں

نماز پڑھنی اسرا نہ شمع (اور سجیدہ)، تمام قبائل رہیں (رجن میں بنی بکر بن واہل، شغلب اور حدبیلہ وغیرہ شامل ہیں) بنی عباد القین، عبّنہ اور سعید بن قار سط۔

محضر میں تمام قبائل قیس دلیم، مازن، فزارہ، غلس، آشجع، هرڑہ، دہیان، عطفان، عقبیل، فتشیر، جشم، قصیف، یا بلہ، بنی سعد بن بکر اور تمام بنی ہوازن وغیرہ، حضور کی رضیاعی والدہ خلیمه بنی سعد بن بکر میں سے تھیں۔

ایڈیس پرنسی نیم، بنی حبیبة، امریمانہ، خزانہ، اسلم، عقل، نیم وغیرہ۔ مُرَّةٌ بن کعب صہیل۔ حضرت عبد اللہ بن سعو داسی قبیلے سے تھے۔

خُزیمہ پرنسی اسدا، قارہ اور تمام بنی انہوا، بنی خنزیر میں سے تھے۔

کنادر پرنسی بعد مناہ (جن میں بنی بکر اور بنی ضمیر شاہ ہیں)، بنی مالک، بنی ملکان، یا ملکان اور بنی حذلہ وغیرہ۔ بنی فراس اور بنی قیم جی اولاد کنانہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوذر کا قبیلہ غفاری ملکان میں سے تھا۔

**قریش** علمائے انساب کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ النصر بن کنانہ ہی کا لقب قریش تھا لیکن حقیقیں کہتے ہیں کہ قریش در اصل النصر کے پوتے اور مالک بن اسپفر کے بیٹے فہر کا لقب تھا۔ جو لوگ اس کی اولاد ہیں وہ قریش میں شامل ہیں اور جو اس کی اولاد نہیں ہیں وہ قریش میں سے نہیں ہیں۔

له قریش کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک معنی پر اگدہ ہونے کے بعد جمع ہونے کے ہیں۔ گر اس معنی کے لحاظ سے قریش قصیب بن سکلاب ہی کا لقب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسی کے زمانے میں قریش کے تمام خاندان ملک میں جمع ہوتے۔ دوسرا معنی کہد تجارت کے ہیں جو قریش کا پیشہ تھا۔ تیسرا معنی قریش کے ہیں۔ اس لحاظ سے قریش نصر بن کنانہ کا لقب قرار پاتا ہے، کیونکہ اس سے تجارت عرب کی روایات میں یہ ملتے ہیں کہ وہ حاصلہ لوگوں کی حاصلہ اور

خاندان میں چلی آرہی ہے۔ بنی نو قل میں سے عجیب بن مکمل نے۔ اور بنی المطلب وہ خاندان تھا جس نے زمانہ رسولت سے پہلے بھی ہر تنگی و ترسی میں بنی ہاشم کا ساتھ دیا اور زمانہ رسالت کے بعد بھی وہ بنی ہاشم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں بینہ سپر رہا۔ مطلب کو اس کی خوبصورتی کی بنا پر قمر کہا جاتا تھا۔

ہاشم بن عبد مناف پر تمام بنی ہاشم۔ ہاشم کی ایک بیوی بنی قضا عسر سے تھی۔ کفولہ بن ہاشم اور شفارہ بنت یامن اسی بیوی سے تھے۔ ان کی دوسری بیوی بنی مازن سے تھی جس سے خالدہ بنت ہاشم اور ضعیفہ بنت ہاشم پیدا ہوئیں۔ تیسرا بیوی بنو خزانہ سے تھی جس سے اسد بن ہاشم پیدا ہوا۔ چوتھی بیوی مدینہ کی ہنابنت عمرو بن شعبہ خزر جیہی تھی۔ جس سے ایک بیٹی حبیہ اور ایک بیٹا ابو حسینی پیدا ہوا۔ پانچویں بیوی مدینہ کے ایک اور خزر جی خاندان بنی التجار میں سے تھیں۔ جن کا نام سلمی بنت عمرو تھا۔ بیوی عبد المطلب اور ان کی ایک بہن رقیۃ کی ماب تھیں۔ اس طرح پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری اہل مدینہ سے قائم ہو چکی تھی۔

عبد المطلب پر تمام بنی عبد المطلب۔ ان کی ایک بیوی فاطمہ بنت عمرو بن عائز بنی خزرم میں سے تھیں جن سے حضورؐ کے والد ماجد عبد اللہ اور دوچھا ابوطالب اور زیر۔ اور پانچ بھوپیاں بڑے، ام الحکیم البیضاء، عائشہ، ام نعیمہ اور آزوی پیدا ہوئیں۔ حضرت ابو سلمہؓ اور ابو سعیدؓ بڑے کے بیٹے تھے۔ ام الحکیم البیضاء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی تھیں۔ ام نعیمہ حضرت عبد اللہ بن جحشؓ اور ام المؤمنین حضرت زینبؓ کی والدہ تھیں۔ عبد المطلب کی دوسری بیوی بالہ بنت اہبب بنی ازہر میں سے تھیں اور حضورؐ کی والدہ بنی آمنہ کی چھاڑا بندہ ہیں۔ ان سے حضورؐ کے تین پچھا حضرت حمزة، مقصوم اور حجل پیدا ہوئے۔ اپنے کی پھوٹھی حضرت صفیہؓ بھی انھی بیوی کے لطفاً سے تھیں جن کے صاحبزادے حضرت زینبؓ بن العوام تھے۔ ان کے والد

تفہ۔ حضرت عمرؐ کی ماں ختمہ بنت ہشام بھی اسی خاندان سے تھی اور اس رشتے سے ابو جہل بن یہشام اُن کا ماموں ہوتا تھا۔ حضرت ارثامؓ جن کا دار ارثام حضورؐ کی دعوت رسالت کے دور میں طہری اہمیت رکھتا تھا مگر وہ بھی خوبصورت تھے۔ اسی خاندان کی ایک شاخ سے حضرت خالد بن ولید تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دادی فاطمہ بنت عمرؐ بھی خوبصورت تھیں جن سے حضورؐ کے والد اور آپ سے چھا ابوجطالب اور زیر پیدا ہوئے۔

کلاب بن مقرہ پر بنی زہرہ۔ حضورؐ کی والدہ ماجدہ بنی آمنہ، حضرت سعد بن ابی وفا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف بنی ازہرہ ہی میں سے تھے۔ حضرت حمزةؓ کی والدہ ہمالہ بنت اہبب بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور وہ حضورؐ کی والدہ بنی آمنہ کی چھاڑا بندہ تھیں۔

قصیٰ بن کلاب پر بنی عبد العزیز اور بنی عبد اللہ اُم المؤمنین حضرت خدیجہؓ، حضرت زینبؓ بن العوام، ورقہ بن ذفل اور حضرت حلیمؓ بن حرام (حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے) سب بنی عبد العزیز میں سے تھے۔ حضورؐ کی نانی بڑہ بنی عبد الدار میں سے تھیں اور اسی خاندان کی ایک شاخ سے

حضرت مصطفیٰ بن عبیر کا تعلق تھا۔ عبد مناف بن قصیٰ پر بنی المطلب، بنی عبد شمس اور بنی نو قل۔ تمام بنی امیہ عبد شمس کی اولاد تھے۔ اس خاندان کی ایک شاخ سے مشہور دشمن اسلام عقبہ بن ابی معیط تھا، دوسری شاخ سے ام جبل (ابو اہب کی بیوی جمّۃ اللہ الحطب)، ابوسفیان اور ان کی بیٹی ام المؤمنین حضرت ام حبیبة تھیں۔ تیسرا شاخ سے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان تھے اور چوتھی شاخ سے حروان کا پاپ حکم۔ عبد شمس کی اولاد ہی میں سے مشہور دشمن اسلام عقبہ اور شیبہ بھی تھے۔ عقبہ کی بیٹی ہندہ (ابوسفیان کی بیوی) اور سلطنت حضرت ابو عذیزیہ تھے۔ شیبہ فتح مکہ کے وقت تک تکلیفہ بردار کعبہ تھا اور فتح مکہ کے بعد اس کو آٹھ نئے اسٹریپ پر برقرار رکھا جسی کہ آج تک کلید برداری تکہہ اُسی کے

الاول میں فہرست قرائبات - کوئی نہ کوئی رشتہ ضرور تھا۔  
 قریش کا مکہ میں جمع ہونا اس سے ہمیں ہم بیان کر جائے  
 اور کعبہ کی تولیت حاصل کرنا کے بعد اولاد اساعلیٰ عرب کے  
 مختلف خطوں میں منتشر پیدا گئی تھی۔ یہی یقینت بنی خزانہ  
 کی ایک شاخ عقبیت کی تولیت کعبہ کے دور میں بھی رہی۔ تسلیع  
 کے لگ بھگ زمانہ میں قصیٰ بن کلاب کے ہاتھوں یہ صورت  
 حال ختم ہوتی اور مکہ قریش کے قبضہ میں اور خانہ کعبہ اس کی  
 تولیت میں آگیا۔

اس کی اوناں طرح ہوتی کہ قصیٰ کا باب کلاب بن  
 مرڑہ جب مر گیا تو اس کی ماں فاطمہ بنت سعد، جو از قصیٰ  
 میں سے تھی، بنی قضا عہ کے ایک شخص ربعیہ بن حرام کے  
 ساتھ نکاح کر کے شام چلی گئی اور وہاں اس دوسرے  
 شوہر سے اس کے ایک اور اٹھ کا برزاح بن ربعیہ پردا  
 ہوا۔ جب قصیٰ جوان ہوا تو ایک مرتبہ بنی قضا عہ میں  
 سے ایک شخص سے اس کی لطایٰ ہو گئی اور اس نے قصیٰ  
 کو طغیہ دیا کہ تو ہمارے یہاں پل کر ہم ہی پر غرّ اتا ہے۔  
 اپنے لوگوں میں کیوں نہیں جاتا؟ اس پر قصیٰ نے اپنی  
 ماں سے پوچھا کہ میں کون ہوں ۔۔۔ اس نے بتایا کہ مکہ  
 کا بیٹا اور قبیلہ قریش کا فرزند ہے اور تیری قوم بیت  
 الحرم کے یاں شہر مکہ اور اس کے گرد نو راح میں رہتی  
 ہے۔ تب قصیٰ نے اصرار کیا کہ میں اپنے لوگوں میں جاؤ نگا  
 چنا خچھ جو جو کازمانہ آیا تو وہ بنی قضا عہ کے حاجیوں  
 کے ساتھ ملکہ پہنچ گیا۔ یہاں اس کا حقیقی بھائی رُہرہ جو

لہ اب کثیری روایت ہے کہ کعب بن نوّا تھی کہ پردادا مکہ  
 موت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان  
 ۵۶ ہجت کا فصل ہے اس لحاظ سے شاہد خالب بن نوہ حضرت  
 سعیح کا ہم عمر تھا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ کے  
 حوالہ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عقد بن عدنان کا زمانہ وہ تھا جب  
 سعیح نصرت و شام کو تباہ کر کے اور یہ دیو نکو قید کر کے باہل لے گیا۔  
 یہ شہادتیں میں کوادعت ہے۔

عوام بن خویلہ حضرت خدیجہ کے بھائی تھے۔ عبدالمطلب کی  
 کی تیسری بیوی نبیلہ بنت جناب بنی المقر بن قاسط میں سے  
 تھی جس سے حضرت عباس اور حزار بیدا ہوتے۔ انکی ایک  
 اور بیوی سعیدہ بنت جنید بنت بنی بکر میں ہوا زین میں سے  
 تھی جس سے حارت بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ ان کی ایک  
 اور بیوی لبیتی بنت اجرہ بنی خزانہ میں سے تھی جس سے  
 ایا اب پیدا ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نسب نامے اور  
 قبائل عرب کی ایک طریقہ تعداد کے ساتھ آپ کے تعلق کی ان  
 تفصیلات پر نگاہ ڈالنے سے چند باتیں بالکل واضح ہو جاتی  
 ہیں۔

اول یہ کہ دنیا کے کسی ایک نسبت کے پیشوں اور کسی ایک  
 دنیوی نظام کے بانی کے متعلق بھی تاریخ میں اتنی معلومات  
 موجود نہیں ہیں جن سے اس قدر تفصیل کے ساتھ اسکے حسن  
 نسب اور اصل نسل کا پتہ چلتا۔ جتنی تفصیل کے ساتھ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ملتی ہے۔ اس نے دنیا کے اکابر بھا  
 میں حصہ حاصل کی تھیں اور دھمکیت وہ واحد تھیں جو تاریخ کی پوری  
 روشنی میں ہمارے سامنے آتی ہے۔

دوم یہ کہ حضور کے سواسی ببرے نہیں بلکہ دنیوی رہنماء کے  
 متعلق ہمیں اتنی تفصیل کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اپنے  
 معاشرے میں اس کی بھرپور تھی اگری اول کمی دوڑتک چھیلی  
 ہوئی تھیں۔ ایں عرب کے لئے آپ کوئی غیر معروف شخص نہیں  
 تھے بلکہ جزوی سے شمال تک اور مشرق سے مغرب تک پورے  
 عرب میں پھیلے ہوتے سیکڑوں قبائل کو معلوم تھا کہ آپ  
 کس خاندان کے فرد ہیں اور اس خاندان کے ساتھ ان کا  
 اپنا نسبی رشتہ کیا ہے۔

سوم یہ کہ قریش کے جتنے خاندان مکہ اور اسکے اطراف  
 میں آباد تھے ان میں سے کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے آپ کا  
 کسی نسبی طرح کی رشتہ داری کا تعلق نہ ہو۔ بخاری میں حضرت  
 عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ:-

لَمْ يَكُنْ بِطْنَ مَنْ قَرِيْشَ قَرِيْشَ كَهْ خَانَدَانَ سَهَ آپ کا

لڑکی بھی جو ان ہوتی اُسے قبصہ قصیٰ کے گھر ہی میں پہنچنی جاتی۔ جو نکاح بھی ہوتا قبصہ کے گھر ہیں ہوتا کوئی اہم معاملہ بیش آتا یا کسی قبیلے سے جنگ کی نوبت آتی تو اسی گھر میں سب گھرانوں کے سردار شورے کے لئے جمع ہوتے۔ اسی وجہ سے یہ گھر ارشاد و اہم امور کا تھا جنکے موقع پر یہی ہی کی اولاد میں سے کوئی علمبردار بنا یا جاتا۔ اس منصب کا کام الودار تھا۔ جو کہ سارے انتظامات ہمیں تھوکے ہائے میں تھے۔ ان میں سے ایک کام استرقیہ تھا، یعنی حاچیوں کو پانی پلانا۔ دروس الرِّفادہ تھا، یعنی حاچیوں کو بکھانا کھلانے کے لئے بہت جس کے لئے قریش کے سارے گھر لے چڑھ کر قصیٰ کو دستے تھے اور وہ جس سے والیں تمثیل میں حاچیوں کے لئے کھانے کا انتظام کرتا تھا جو اپنے کھانے کا خود انتظام نہ کر سکتے تیرسہ الرِّجابہ تھا، یعنی خارجہ تبر کی کلید برداری۔

قصیٰ اپنی زندگی میں مکہ کی ریاست کا بلا شرکت غیرے مالک رہا۔ جب اس کا آخر وقت آیا تو اس نے ہر دیکھ کر کہ اس کا بیٹا عبد مناف پہلے ہی عرب میں ناموری چل کر چکھے اور اس کا شرف تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ مکہ کی رہت کے تمام مناصب رنزوہ، جوابہ، سقاہ، بر فادہ اور بلوام اپنے درسے بیٹے عبد الدار کو دیدیئے۔ قصیٰ کی وفات کے بعد ایک مدت تک اس کے فیصلہ کا احتراز کیا گیا، لیکن پھر کسی وقت اس کی اولاد میں ان مناصب کی تقسیم پر جھکھلا رہو گیا جس میں قریش کے کچھ گھروں نے بھی عبد الدار کے ساتھ اور کچھ بھی عبد مناف کے ساتھ ہو گئے۔ قریب تھا کہ یہ تھلہ اطلیل ٹھیک جاتا تھا کیونکہ نہ نوبت پہنچنے سے پہلے آپس میں تھیفیہ ہو گیا جس کے تحت جوابہ، بلوام اور رنزوہ بھی عبد الدار کے پاس رہے اور سقاہی اور بر فادہ بھی عبد مناف کو دیدیئے گئے۔ آئی عبد مناف نے آپس کے مشورے سے یہ دونوں منصب کا شرم کو دیدیئے۔

لَهْشَمٌ اوقت دیا گیا جب مکہ میں ایک مرتبہ سخت تحفہ (باقی صفحہ ۲۱۲ پر)

گلاب کی وفات کے وقت جو ان تھا، پہلے سے آباد تھا۔ وہ اسی کے پاس ٹھیک گیا اور اس نے حبیل بن ہبیشہ خزادی سے رجاؤ اس وقت کعبہ کا متولی اور مکہ کا صاحب حسین (تحا) اس کی اڑکی بھی کا رشتہ انگاہیے اس نے قصیٰ کی نعمت شیخی اور شادار خصیت دیکھ کر سخنی قبول کر لیا۔ اس کے بعد کعبہ کی تولیت اور مکہ کی سرداری کس طرح اس کے بعد میں آئی۔ اس باب میں ردایات مختلف ہیں۔ ایک دیگر یہ ہے کہ حبیل نے خود تحریت کر دی تھی کہ اس کے بعد قصیٰ ولایت کھے کا اپل ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حبیل کے مرثی کے بعد قصیٰ نے دعویٰ کیا کہ میں دوسرے سے پہلے ہوں اس منصب کا اپل ہوں، اور جب ہم خزانہ اور بھی کرنے پڑے مانا تو اس نے اپنے ماں جائے بھائی بر زاد اور خزانہ کو مدد کے لئے بلا دعا اور مکہ کے اطراف میں قریش کے جو لوگ آباد تھے ان کو مجھ کر لیا اور بنزو خزانہ اور بکر کو مکہ سے نکال دیا۔ بعد میں جب فلقین نے یعنی بنی عوف کو پیچ بنایا تو (۳) نے قبائلہ دیا کہ خزانہ کے مقابلے میں قصیٰ ولایت کعبہ کا زیادہ حقوق رہے کیونکہ وہ اوس کا خاندان قطعی اور صریح طور پر آل اسماعیل میں سے ہے۔

اس طرح جب قصیٰ نے کعبہ کی تولیت اور مکہ کی ولاداری حاصل کر لی تو اس نے فہر کی ساری اولاد کو جو قریش کہلاتی تھی، عرب کے مختلف حصوں سے مکہ میں جمع کر لیا اور مکہ کے ان کے درمیان باڑ کی شہر کے ایک ایک حصہ میں ایک ایک خانہ کو آباد کر دیا۔ اسی بنایہ قریش اُسے صحیح رجوع کرنے والا ہے ہیں چھانچے حدا فی بن غافل عَدْ وَنِي اکھڑا ہے:-

ابو حکم قصیٰ کان یُدْعَى مَجِتَعًا  
تمہارا باب قصیٰ صحیح رہا جاتا تھا۔

بِهِ جَمِيعِ الدِّرَّا مَقْبَلٌ مِنْ شَهْرٍ  
اُسی کے ذریعہ سے اللہ نے فرمایا تھا کہ جیکی

لکھ کی شہری اسی اور حج کا انتظام <sup>قصیٰ کی اپنی خدمات کی</sup>  
ابنابر اس کو تمام قبائل اُس نے قبائل کو جمع کیا  
قریش نے اپنے سردار میان لیا۔ قریش بھی گھر نے میں جو

# نور ایمان متوسطہ میر کا اعجاز

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ و صہول کرنے کی کہا۔ بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس گیا اور اسے اپنے تمام اونٹ جمع کرنے کے لئے کہا۔ جب وہ سارے میرے سامنے حاضر کر دئے گئے تو میں نے حساب لٹا کر اسے بتایا کہ آپ کو صرف ایک الچا بچہ بطور زکوٰۃ ادا کرنا ہو گا۔ اُس نے کہا کہ ایک ماں کا بچہ تو نہ دودھ دے گا نہ سواری کے قابل ہو گا۔ آپ اس کے بجائے یہ جوان اور موٹی تازی اونٹی لے جائیں۔ میں نے کہا کہ جس چیز کو نہیں کا جھے حکم نہیں دیا گیا اُسے کیسے لے سکتا ہوں۔ ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے قریب ہی ہیں۔ الگ آپ چاہیں تو حضور کے پاس چلے چلتے ہیں، پھر اگر کچھ نے اسے قبول کر لیا تو میں وصول کر لوں گا۔ بصورت دیگر آپ کا ماں آپ کو مبارک۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے اور وہ میرے ساتھ چل پڑا اور وہ اونٹی جو مجھے میش کر رہا تھا ساتھ لے لی۔ بارگاہ رسالت میں پہنچ کر کہنے لگا۔ ”یا رسول اللہ آپ کا واحد میرے پاس پہنچا تاکہ میرے ماں کا صدقہ و صہول کرے اور اس سے پیشتر یہ رہے ماں سے صدقہ و صہول کرنے کے لئے نہ کبھی آپ تشریف لائے تھے آپ کا کوئی قاصد آیا۔ میں نے اس کے سامنے اپنے سارے اونٹ میش کر دیئے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایک ماں کا بچہ ادا کروں یا لیکن وہ تو اللہ کے رسول نہ دودھ دینے۔ کے قابل ہوتا ہے نہ سواری کے۔ میں نے اس کے بجائے اسے ایک جوان اور موٹی تازی اونٹی دی مگر یہ اُسے لینے سے انکار کرتا ہے۔ اونٹی میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں اے اللہ کے رسول! آپ جعل فرالیں۔“ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انسان خود اپنے وضع کر دہ تو انہیں کی پابندی سے بھاگنا ہے اور ان کا جراحت نہ فاڑ پردازی مفاداۃ کے تحفظ کی خاطر سو طرح کی تداریخ سوچتا ہے۔ مثال کے طور پر حکومتیں کا رو بار سلطنت چلانے کے لئے ٹیکس عائد کرتی ہیں۔ امن عامہ بحال رکھنے اور معاشرتی جرام کے سید بابت کے لئے قانونی تعزیرات نازد کرتی ہیں۔ آپس کے معاملات کو درست رکھتے اور بیع و شری کے صحیح انعقاد کی خاطر اصول و ضوابط میں کرنی ہیں۔ سیاست و حکمرانی کے باب میں ایسے اقدامات کی جسی مخالفت کر دی جاتی ہے جن سے ملک و قوم کا مفاہما تباہ ہوتا ہے۔ پرب کچھ کرنے کے بعد عملًا ہوتا یہ ہے کہ تو انہیں وغیرہ اپنے کھلتم کھلام مخالفت کی جاتی ہے۔ ٹیکسیوں کی چوری اور جرام کا ارتکاب سر عالم ہوتا ہے۔ قانون کا احترام نہ حکام کرتے ہیں اور نہ عوام ہی اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ لوگ تو انہیں کی افادیت و اہمیت کو سمجھنے کے باوجود ان سے اخراج کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ان کا غیر بیدار نہیں ہوتا اور اسے ایمان کی حرارت نصیب نہیں ہوتی گیونکہ جو ضمیر ایمان کی بدولت بیدار ہو چکا ہو اس پر عقل عیار کا کوئی جیلہ کارگر نہیں ہوتا۔ آئیے ذرا اسلامی تاریخ کے اور اتنی اولٹ کرد کچھیں کہ نور ایمان سے متوار قبور ہمایہ کس طرح زندگی کے ہر میں را میں ایمان سے متوار قبور ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

بچے کو دودھ پلاتی ہے مگر اس عرصے میں کبھی ایک لمحے کیسے بھی اس کے دل و دماغ سے گناہ کا تصور مجھ نہیں ہوتا۔ وہ آخرت میں اس جرم کی سزا کا خیال کر کے کانپ کانپ جاتی ہے۔ آخر جب بچے نہ دودھ پینا چھوڑ دیا تو وہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا دے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں پھر بخچ گئی۔ یا رسول اللہؐ اب بچہ میرا دودھ نہیں پیتا۔ اب یہ کھانا کھائے لگا ہے۔ اس کے بعد اجرتے حادث میں مزید تاخیر نہیں کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اسے رحم کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت خالدہ بن ولید بھی اُن لوگوں میں تھے جو اسے پھر مار رہے تھے۔ انہوں نے اس کے سر پر پھر مارا جس سے خون کے چھٹیں جھٹھٹ ہوں۔ اب چاہتا ہوں کہ آپ بچہ پاک کر دیں۔ رسول یا ایک نے فرمایا شاید تو نے چھپر چھاڑ کی ہو یا پوس و لکنار کیا ہو، مگر حضرت ماعنی نے ہر بار تردید کر دی اور گناہ کا اعتراف کرتے رہے اور اس بات پر مصروف ہے کہ حد جاری کر کے انہیں پاک کیا جائے۔ بالآخر رسول پاک نے انہیں رحم کرنے کا حکم صادر فرمادیا اور حضرت ماعنی نے اپنے اور بخوبی حد نافذ کرائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور یہ ایک سلام خاتون ہیں۔ رسول یا ایک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں۔ اے اللہ کے رسول میں نے زنا کا انتکاب کیا ہے بچہ پاک کر دیجئے۔ رسول اللہؐ اسے لوما دیتے ہیں مگر اسکے دن وہ پھر آجاتی ہیں اور کہتی ہیں۔ یا رسول اللہؐ آپ نے بچے کیوں لوٹا دیا شاید آپ غریب کی طرح بچہ پر سے خدا گناہ چاہتے ہیں، مخدیم حاملہ بیوگئی ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو اب حلیجا اور سچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ حضرت علی کہی۔ دن بہ دن گذرتے ہیں مگر اس کے ضمیر کی خاشدگی، گناہ سے باک ہوتے کا خیال اُسے بروقت مضطرب رکھتا۔

آخر دفعہ تمہیں ہو گیا اور بچے کو لے کر وہ ایک بار پھر دربار رسالت میں حاضر ہو گئی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ابھی حد جاری نہیں کی جاسکتی۔ جا اور اس بچے کو دودھ پلا اور جب زمانہ رضاعت گزرا جائے اور بچہ روٹی وغیرہ کھانے لگے تو پھر آتا۔ ہیں ارشیف خاتون واپس چلی جاتی ہے اور پورے دو سال

"تمہارے ذمہ وال جب الادا صدقہ تو وہ بچہ ہی ہے تاہم اگر تم زیادہ دینا چاہتے ہو تو اس کا ائمہ تم کو اجر دے گا اور ہم اسے جیول کر لیتے ہیں۔" اس کے بعد آپ نے اس اوثینی کو دھوول کرنے کا حکم دے دیا۔ اور اس صحابی کے مال میں برکت کی دعا کی۔ آپ نے غور کیا اس واقع میں فریقین کے اندر کو سامنہ جذبہ کا رفرانہ ہے؟ یہ ضمیر کی آواز ہے، اس ضمیر کی جس پر ایمان کا رنگ چڑھا تھا۔

حضرت ماعنی مالک مشہور صحابی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ نے اپنی جان پلٹ کر کیا ہے اور زنا کر بیٹھا ہوں۔ اب چاہتا ہوں کہ آپ بچہ پاک کر دیں۔" رسول یا ایک نے فرمایا شاید تو نے چھپر چھاڑ کی ہو یا پوس و لکنار کیا ہو، مگر حضرت ماعنی نے ہر بار تردید کر دی اور گناہ کا اعتراف کرتے رہے اور اس بات پر مصروف ہے کہ حد جاری کر کے انہیں پاک کیا جائے۔ بالآخر رسول پاک نے انہیں رحم کرنے کا حکم صادر فرمادیا اور حضرت ماعنی نے اپنے اور بخوبی حد نافذ کرائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اوہ یہ ایک سلام خاتون ہیں۔ رسول یا ایک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں۔ اے اللہ کے رسول میں نے زنا کا انتکاب کیا ہے بچہ پاک کر دیجئے۔ رسول اللہؐ اسے لوما دیتے ہیں مگر اسکے دن وہ پھر آجاتی ہیں اور کہتی ہیں۔ یا رسول اللہؐ آپ نے بچے کیوں لوٹا دیا شاید آپ غریب کی طرح بچہ پر سے خدا گناہ چاہتے ہیں، مخدیم حاملہ بیوگئی ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو اب حلیجا اور سچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ حضرت علی کہی۔ دن بہ دن گذرتے ہیں مگر اس کے ضمیر کی خاشدگی، گناہ سے باک ہوتے کا خیال اُسے بروقت مضطرب رکھتا۔ آخر دفعہ تمہیں ہو گیا اور بچے کو لے کر وہ ایک بار پھر دربار رسالت میں حاضر ہو گئی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ابھی حد جاری نہیں کی جاسکتی۔ جا اور اس بچے کو دودھ پلا اور جب زمانہ رضاعت گزرا جائے اور بچہ روٹی وغیرہ کھانے لگے تو پھر آتا۔ ہیں ارشیف خاتون واپس چلی جاتی ہے اور پورے دو سال

آفاس سے خردی کر اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اس کلمہ کی بروت تجھے دنیا میں تو آزادی الصمیب ہو گئی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آخرت میں بھی یہ تجھے نجات دلادے گا۔

اب ذر الامور پیاس است و حکمرانی کی طرف آئیے اور دیکھئے کہ ایمان کا تمہیت کردہ ضمیر کس طرح مندِ حکومت پر فروش عمال کو راہ راست پر رکھتا ہے اور با اختیار بونے کے باوجود ظلم ذریادتی کا ادنیٰ تصویر بھی ان کے دماغ میں نہیں رکھتا نہ قومی دولت پر خود کو مستصرف پاک خیانت و بد دیناتی کا کوئی خیال ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے عبد خلافت میں ایک دفعہ قحط پر گیا۔ آپ نے اس عرصے میں معنوں کا کھانا نکر کر دیا اور تسلیم یار و غن کے ساتھ دری چلائیں۔ مسجد آپ کا رنگ سیاہ پر گھا۔ رفقاء کا رانے یہ دیکھا تعریض کیا۔ اسے امیر المؤمنین امور سلطنت کا بار آئی کے کاندھوں پر ہے۔ آپ اکل و شتر کے معالات میں اتنا پرہیز نہ کریں۔ مباداً اُپنی صحت بالکل ہی جواب دے جائے۔ اس پر آپ فرمایا بُش الرؤی انا ان شعبت فلان دن اس جیسا عالم میں بدترین قسم کا حکمران ہوں گا؛ اگر خود میر پوچھ کر کھاؤں اور لوگ بخوبکے رہیں۔

اس زمانے میں آپے ایک دن اپنے فاندر ان کی ایک شخصی بھیجی جو بھوکے ٹھڑھال ہو رہی تھی اور چلتے ہوئے گرے گرے ٹوڑ رہی تھی۔ آپ نے لمحایہ کون ہے؟ آپے بیٹے عبداللہ نے جواب دیا میر جی بھی ہے۔ فرمایا اس کو کہا اے ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا۔ سامان خورلوش آپے قبضے میں بھے آپے ہم سے روک رکھ لیے، اسی کا شبح ہے جو آپ دیکھے ہے ہیں۔ بیٹے کی شکایت سنی تو آپے فرمایا۔ ”عبداللہ رضی میرے اور تھمارے دریمان فحصلہ کوں چیز اللہ کی کتاب ہے، بخدا میں آپ حضرات کو وہی چیز دے سکتا ہوں جس کا اللہ نے ہمیں حق دار بنا یا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم کر کے ہمیں نوازتا رہوں اور لوں خداوخت کی نظر وہ میں خائن قرار پاؤ۔“

امام ابن کثیر نے البدایہ والتها یہ میں عرف اور فتنے کے

پانی ڈال دو کچھ زیادہ پیسے وصول ہو جائیں گے بیٹی نے ماں کو امیر المؤمنین کا حکم یاد دلایا تو ماں نے کہا امیر المؤمنین ہی ماں کہا ہے؟ وہ تہیں دیکھ دیتے تو تہیں دیکھ رہے ہیں۔ بیٹی نے جواب دیا۔ امیر المؤمنین ہمیں نہیں دیکھتا تو خدا تو ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ ایماں جان میں دو دہ میں پانی ہرگز نہیں ملا توں گی۔ یہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھو کا کرنے ہے۔ یہ میگین جنم ہے۔

مولیٰ خ طبری نے ذکر کیا کہ جب مسلمان مدائن بن نافع نے  
داخل ہوئے تو انہوں نے مقصود ضریب غنائم ایک جان جمع کر دیتے۔  
ایک صاحب آئے اور ایک میش قیمت چیز خراچی کو دیا رکھا۔  
لوگوں نے کہا ایسی ہبھریں چیز تو ہم نے تاریخ تک ہمیں دیکھی اور  
ہمارے پاس موجود اشیاء میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔  
آپ نے اس پر قضیدہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا اگر خدا کا  
خوف نہ ہوتا تو بھی اسے تھمارے پاس لے کر نہ آتا۔

لوگوں نے سمجھ لیا کہ آدمی بڑے مرتبہ و مقام کا  
حامل ہے۔ استفسار کرنے لگے اس کوئی میں ۹۰ انہوں نے  
کہا میں یہ نہیں بتاؤں گا نہ آپ کو اور نہ کسی اور کو۔ آپ شری  
مش و تعریف کرنے لیکن گے حالانکہ میں نے یہ کام صرف خدا  
کی رضیا کے لئے کیا ہے اور وہی تمام تعلیموں کا حق ہے۔  
لوگوں نے ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اس کے سچے تجھے جاؤ اور  
اس کے ساتھیوں سے اس کا نام معلوم کرو۔ اس نے ایسا ہی  
کیا تو پتہ چلا کہ آنحضرت عاصم بن عبدیس ہیں۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ  
امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے ہمراہ ملکہ کی طرف روانہ ہوا۔  
راستے میں ایک مقام پر ہم نے برات گزاری۔ وہاں پہاڑ پر  
سے ایک چڑواہا ریوڑیتیت نیچے اُتر اور ہمارے پاس سے  
گزرا۔ امیر المؤمنین نے اُسے کہا اسے سچے جاؤ ہے ان میں سے  
ایک بکری میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ آپ نے جواب دیا  
میں غلام ہوں اور یہ آقا کا ریوڑ ہے۔ آپ نے بربنک نکازیش  
فرمایا کہ ”آنے آفاس کے کہہ دینا کہ اسے سچے جاؤ ہے۔“ چنان  
بول اتو اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ اس پر شمر ضی المثل تعالیٰ  
عنہ روپیے اور منجع کے وقت اس غلام کے ساتھ گئے اور

پلٹ آیا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ عین انیسادہ رسول کی تعلیمات ہیں۔ امیر المؤمنین عدالت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے قاضی سے فیصلہ طلب فرماتے ہیں۔ مگر قاضی ان کے حق میں فیصلہ کرنے کے بجائے ان کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوال کوئی معصوم نہیں اور محمد مسیح کے بندے اور رسول ہیں۔ اے امیر المؤمنین اسیں کچھ شک نہیں کہ زورہ آپ ہی کی ہے۔ آپ صفیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپ سے کم کمی تھی۔ حضرت علیؑ نے یہ سناؤ فرمایا۔ ”آپ جب کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے تو جاؤ میں نے آپ کو یہ زورہ بخش دی۔“

یہ دولت ایمان سے مالا مالم ضمیر تھا جو خلیفہ اور قاضی دولوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ خلفاء نے کبھی یہ کوشش نہ کی کتوت کے بل بوتے پر اپنا حق وصول کریں یا قاضی پر کسی طرح کا اثر ڈالیں تاکہ وہ فیصلہ ان کی حرفی کے مطابق دے۔ اسی طرح قاضی نے یہ نہیں کیا کہ خلیفہ کی رضا جوئی کے لئے انصاف کا خون کرے۔ اسے اگر پہلی قیمت تھا کہ خلیفہ سچ کہتا ہے مگر تقاضاً عدل و انصاف یہ تھا کہ امیر و امور دونوں کے ساتھ فانون کے مطابق مساوی برداشت کیا جاتے۔

اور یہ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز ہیں جن کے بارے میں مالک بن دینار کہا کرتے تھے۔ ”لوگ کہتے ہیں کہ مالک بڑا پرہیزگار ہے، میں بھلا کہیں نکر پرہیزگار ہو۔ پرہیزگار تو عمر بن عبد العزیز ہیں جن کے پاس دنیا میں ہوئے آئی مگر انہوں نے اُسے جھٹک دیا۔“

خلفاء نبی ایمیہ میں بھی وہ خلیفہ اشارہ تھے جن کے پاس صرف ایک قیص تھی، میلی ہو جاتی تو اسی کو دھونے کے لئے دیتے اور جب تک وہ خشک نہ ہو جاتی آپ ہر پر ہی قیام فرماتے۔

ایک دن اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی سے ایک ہم قرض مانگا تاکہ انگوڑھر بیکیں۔ مگر محترمہ کے پاس بھی نام خدا ہی تھا وہ کہاں دیتیں۔ کہنے لیں آپ اچھے امیر المؤمنین ہیں، آپ کے خزانوں میں انگوڑھر بیک نے کے لئے بھی کچھ نہیں۔

کارہائے غایاں اور عظیم الشان فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ”آپ اللہ سے بہت زیادہ طرفتے مسادہ فرندگی بسر کرتے اور عورتی خوار کھاتے تھے۔ بایں ہمدردیں حق کے مقاصضوں کو پورا کرنے میں بڑے مستعد اور شدید تھے سادگی کا یہ عالم تھا کہ لباس میں خود جھٹے کے پیوند لگاتے۔ پانی سے بھرا ہو امشکنہ خود ہی اٹھاتا تھے۔ گدھے کی نگلی پشت پر سوار ہو جاتے۔ بہت کم ہنستے اور بھی کسی سے نذاق رکرتے۔ آپ کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندھہ تھی۔ کھنی مانہوڑتے۔ قاعظاً یا عصر۔ لے عمرتے نئے ہوت کانا صحیح کافی ہے۔“ اور یہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ جعفر بن ہبیر اس سے مخاطب ہے۔ اے امیر المؤمنین قد آدمی آپکے پاس آتے ہیں۔ ان میں سے ایک آپ کو اپنے اہل و عیال اور بال منال سے زیادہ تجویب رکھتا ہے جب کہ وہ اس کی دلخیل میں اڑا بڑھا ہوا ہے کہ اگر اس کا بزر چلے تو آپ کو ذرع کر ڈالے مگر آپ ہیں کہ شمن کے حق میں اور دوست کے خلاف فیصلہ صادر فریدتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے سکندر ہریا۔ جانب داری کا روئیہ تو میں اس صورت میں اختیار کر سکتا ہوں جب اتنی منفعت میرے پیش نظر ہو مگر میرے توسیب کام اللہ کیلئے ہوتے ہیں۔

اتام شعبی تھے ہیں حضرت علیؑ کی زورہ گم ہو گئی۔ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ ایک عیسائی کے پاس ہے۔ چنانچہ اسے عدالت میں طلب کیا گیا۔ حضرت علیؑ نے بیان دیا کہ یہ زورہ بیرونی ہے۔ میں نے اسے فروخت کیا ہے نہ بدیری۔ کسی کو دی ہے۔ قاضی شریعت نے عیسائی سے کہا امیر المؤمنین نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ عیسائی نے جواب دیا۔ زورہ بیرونی ہے اور امیر المؤمنین شخص جھوٹ بول رہے ہیں۔ قاضی نے جناب امیر ہر کی طرف توجہ کی زورہ یافت کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ حضرت علیؑ صحنی پر ارشد تعالیٰ عنہ مکرا دیتے اور فرمایا۔ ثبوت تو میرے پاس لوئی ہیں۔ قاضی نے فیصلہ دے دیا کہ زورہ کا مالک عیسائی تھے۔ وہ زورہ لے کر چلا گیا۔ ابھی چند ہی قدم گیا تھا کہ پھر

بد و آیا اور حارس در ہم والا حلہ طلب کیا۔ آپ کے بھتیجے نے دوسو در ہم والا حلہ دکھایا جسے بد و نے پسند کیا اور خرید لیا۔ ابھی وہ چند ہی قدم گیا تھا اور حلہ بھی اس کے باخوبی میں تھا کہ سامنے سے حضرت یونس بن عبد العزیز آگئے۔ آپ حلہ پہچان لیا اور سمجھ گئے کہ ان کی دکان سے خریدا گیا ہے۔ پر چھاتتے نے خربڑ پذیر نہ کیا چاہا حارس در ہم میں۔ آپنے فرمایا کہ اس کی قیمت تو دو روپے در ہم ہے۔ اُو اور یہ حلہ واپس کر دے بد و نے جواب دیا لیکن ہمارے علاقوں میں تو اس کی قیمت پانچ سو روپے ہے اور میں چار سو میں خرید کر راضی ہوں۔ حضرت عبد العزیز نے کہا بھائی میرے ساتھ آئیے دین میں بصیرت و خیر خواہی کو دنیا بھر کے ماں و میاں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ اسے دکان پر لے آئے اور دو سو در ہم واپس کئے اور اپنے بھتیجے کو دو اتنے ہوئے کہا کہ تم یعنی شرمنہ آئی، اسوفی صد منافع یعنی ہوئے تم نے خدا کا خوف نہ کیا تھیں مسلماں کی خیر خواہی کا مطلق خیال نہ آیا۔ بھتیجے نے کہا "چیخا جان! اخذ کی قسم یہ صاحب تو چار سو در ہم دے کر بھی راضی ہوئے۔" مگر تم جو قیمت اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اس کے لئے کیوں نہ کی۔" حضرت عبد العزیز نے جواب دیا۔

ہو سکتا ہے آپ سوچ رہے ہوں کہ خیر خواہی کا یہ احساس صرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے اندر ہی موجود تھا۔ یہ سوچ درست نہیں۔ اس گئے گذرے زمانے میں بھی بہت سے روشن ضمیر ایسی اعلیٰ روایات کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے ایک مقالے میں خیر خواہی کا جگہ اس کے ایک لفظ بزرگ سے تھجھ معلوم ہوا کہ مکہ کے تجارت اپنے کاروباری ساتھیوں کے ساتھ خود رجہ اخلاص و ایثار کا برداشت کرتے تھے۔ اگر کسی تاجر کے اس دن کے آخری حلقے میں کوئی حکاہ کہ آتا اور تاجر یہ سمجھتا کہ آج میرا کافی بال فرشت پہنچ گیا ہے مگر فلاں دکان دار کی بکری بہت لم رہ چکی، تو حکاہ کو مشورہ دیتا کہ اس بازار میں فلاں دکان دار کے پاس وہ مال موجود ہے جو آپ مجھ سے خریدنا چاہتے ہیں آپ براوکم دکان تشریف کے لئے تشریف لے چکے۔ ان کی عدم وجود کی میں ایک

اس پر آپ نے فرمایا۔" میرے لئے آج حجوم سناؤ کارا اور آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ کل ناوجہنم کے یہ افلان میری گردبیں ہوں۔"

آپنے اپنے محض سے دو ہر ٹکرانی میں اس امر کی بھروسہ کو شش کی کہ مظاہم سلسلہ بن کر دیں اور حتی داروں کو اُن کے غصب شدہ حقوق لوٹادیں۔ اُن کی طرف سے روزانہ ایک منادی یہ اعلان کیا کرتا تھا۔" مفروض کہاں ہیں؟ ٹنگ دست جو نکاح کے خواہش مند ہیں کہاں ہیں؟ یہاں کی اور ساکین کہاں ہیں؟ میرے پاس آئیں تاکہ سب کی ضروریات پوری کر دوں۔" اس نے نظر عدل و انصاف کمال درجہ کے زبرد پر تیز گاری اور شدید نفسانی ریاضت کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے حضور گھر گھر اگر دعا کیا کرتے تھے۔" اے اللہ عزیز یہ اہمیت نہیں کہ تیری رحمت کا حق دلتا بنت ہو سکے۔ لیکن تیری رحمت اتنی وسیع ضرور ہے کہ عمر کو اپنے ذمہ میں ڈھانے۔"

مسلمان امراء و حکام کے اندر یہ خدا خوبی کہاں سے آتی تھی؟ وہ مفاید ملت کے پاسان اور عدل و انصاف کے پیکر کیوں بن گئے تھے۔ صرف اس لئے کہ اپنا احتساب آپ کرنا ان کا شعار تھا اور اسی خود احتسابی کا نام ضمیر ہے۔ ضمیر بیدار کے امثلہ و شواہد کا بیان کچھ طویل ہوتا جا رہا ہے، لیکن ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ زندگی کے ہر موڑ پر اور ہر میدان میں نویر ایسا ہی سے منور ضمیر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسکی وصیت کرتے ہوئے بعض شعبہ ہائے حیات سے متعلق مثالم ہم پیش کر چکے ہیں اور بعض کا بیان بھی باقی ہے۔

تجارت اور آپ کے لیے دین میں ایک بندہ مومن کا ضمیر اسے کس حد تک آمادہ نفع و خیر خواہی رکھتا ہے اس کا اندازہ حسب ذیل واقعات سے کیجئے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل کیا کہ حضرت یونس بن عبید پارچات فروخت کیا کرتے تھے۔ اُن کے پاس موجود بیش قیمت پارچات میں بعض کی قیمت چار سو در ہم تھی اور بعض کی دو سو در ہم۔ آپ اپنے بھتیجے کو دکان پر بٹھا کر خود مناز پڑھنے کے لئے تشریف لے چکے۔ ان کی عدم وجود کی میں ایک

کرتا۔

اجراج کو ہیری طرف سے دینا، پھر دیکھنا وہ اس قسم کو کیا کرتے ہیں۔ لٹر کان کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی امیر المؤمنین نے غریا یا ہے کہ آپ یہ رقم قبول فرمائیں اور اپنی کوئی ضرورت پوری کر لیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا اللہ امیر المؤمنین پر رحم فرمائے اور انھیں میں مل آپ کی توفیق دے۔ بعد ازاں انھوں نے ایک لڑکی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ یہ سات دنیار غلام آدمی کو دے آؤ۔ اور یہ پانچ دنیار غلام صاحب گئے لئے جاؤ اور یہ پانچ غلام کے لئے اس طرح بھجواتے گئے تا انکے سب قسم ہو گئے۔ لٹر کا دا پس آیا اور حضرت عمرؓ کو اس کی خبر دی۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دنیار حضرت معاذ بن جبل کے لئے گن رکھے ہیں۔ لڑکے سے کہا جاؤ یہ چار سو دنیار معاذ بن جبل کو دیو، اور پھر گھر کے کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ اس رقم کو کیا کرتے ہیں۔ لٹر کان کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی امیر المؤمنین فرماتے ہیں۔ ”اس رقم کو اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے میں صرف کلیں۔ آپ کی قبول فرمائی اور کہا اللہ امیر المؤمنین پر رحم فرمائے اور انھیں ربط و تعلق قائم رکھنے کی توفیق دے۔ پھر ایک لڑکی کو بلایا اور حکم دیا جاؤ غلام آدمی کے گھر اتنے دنیار دے آؤ۔ غلام آدمی کے گھر اتنے اور غلام کے گھر اتنے۔ آپ قیمت فرمائے تھے کہ آپ کی اہلیت کو خبر ہوئی۔ انھوں نے آکر کہا اللہ ہم بھی تو غریب ہیں، ہمیں بھی کچھ دیجئے۔ اس وقت کھڑے میں صرف دو دنیارہ گئے تھے۔ حضرت معاذؓ نے وہ گھروالوں کی طرف پھیلک دیتے۔ لڑکے نے جا کر ان سے متعلق بھی اطلاع کی سنکر امیر المؤمنین بہت خوش ہوتے اور فرمایا یہ سب بھائی بھائی ہیں ایک دوسرے کے مثابہ اور ایک دوسرے کے لئے مثال۔

ایک دفعہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا فاطمہ تجارت مدینے میں وارد ہوا۔ قافلہ اسما طراحتھا کے پورے ماریں ہیں بچل مچھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہی غھما نے شور و غوفا سنائی پوچھا کیا ما جرا ہے؟ انھیں بتایا گیا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا فاطمہ تجارت آیا ہے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے حدیث بیان کی کہ میں نے

آخر میں ایک دو اتفاقات بدل والاتفاق کے بھی اُن نیجے جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایک بائیان اور باضمہ شخص کے نزدیک مال و دولت دنیا کوئی و قعدت نہیں رکھتی۔ وہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بجائے دوسروں پر خرچ کر کے زیادہ راحت اور خوش محسوس کرتا ہے۔ اما ماکات نے مطابق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہی عہدے کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مسکین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سوال کیا جب کہ آپ روزے سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک روٹی کے اور کچھ رہ تھا آپ نے اپنی نیز کو حکم دیا کہ جاؤ اسے وہ روٹی دے دو۔ اس نے کہا تو پھر روزہ افطار کرنے کے لئے آپ کے دامن پکھنے رہے گا آپ نے فرمایا بس اسے وہ روٹی دے دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ممکن ہے کوئی آدمی یہ خیال کرے کہ روٹی معمولی چیز ہے؟ اس نے آپ نے اپنی ذات پر مسکین کو ترجیح دی تو ایسے حضرات کے لئے ہم امیر المؤمنین حضرت عائشہؓ ہی کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں:-

حضرت معاذؓ رضی اللہ عنہی ایک دفعہ اسی ہزار درہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھجوائے۔ اس وقت بھی آپ روزے سے تھیں اور ایک پر انساب اس آپ نے زیست کر رکھا تھا۔ درہم و صول کرنے کے بعد اسی وقت حضرت عائشہؓ نے انھیں فقر اور مساکین میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ اُن کی خادمی کہا۔ ”ام المؤمنین آپ ایک درہم کا کوشت ہی خرید لیتیں تاکہ ہمارے لئے رات کا کھانا تیار ہو جاتا اور آپ کی افطاری کا سامان بھی۔“ ام المؤمنین نے فرمایا میٹی پہلے ذکر کیا ہوتا تھا میں پچھا بھیتی۔ تو آپ نے غور فرمایا کہ وہ روزہ دار تھا جس نے ایک روٹی کے لئے اپنے دو پر ایک مسکین کو ترجیح دی، جب اس کے قبضے میں اسی ہزار درہم آئے تو اس وقت بھی فقر اور مساکین ہی کو اپنی ذات پر مقدم رکھا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب نے چار سو درہم ایک تھیں میں باندھ کر اپنے لڑکے سے کہا کہ انھیں ابو عبیدہ بن

**سیہر بر سفید** قیمت — سارٹھے چار روپے۔  
نحوں سعیدی کا جمیعہ کلام۔

**کلیات اختر شیرانی** اشاعر و مان اختر شیرانی کا شاندار  
مجموعہ کلام۔ مجلد۔ چھ روپے۔

**داماں باغیان** بعض منتخب شعراء کا کلام شقیدہ  
داماں باغیان تبصرہ کیا ہے۔ قیمت — پانچ روپے۔

**کلیاتِ اکبر** اکبر اللہ آبادی کے شاندار کلام کا ذخیرہ۔  
دو جلدوں میں۔ ہر دو جلد۔ تیرہ روپے۔ ہمیں

**کلامِ اصغر گوندوی** جنگر ادا آبادی کے استاد اصغر  
گوندوی کا مجموعہ کلام۔

قیمت — تین روپے ۵ پیسے۔

**شعر و شعور** معروف اسلام پسند شاعر حفظہ میر ٹھی کے  
نغمہ ہائے طفیل۔ مجلد۔ تین روپے۔

**نیسم باز** از جان لیکن چشمہ گوشائ عذوان چشمی کا جمیعہ  
سخن۔ قیمت مجلد۔ چار روپے۔

**اشر گل** جنگر ادا آبادی کے گلہائے تغیریں۔  
قیمت مجلد۔ سات روپے ۵ پیسے۔

**ازادی کا ادب** انتقالوں، انسانوں، ڈراموں اور  
نظروں کی ایک دلچسپ تقیدی کتاب۔

قیمت مجلد۔ تین روپے۔

**مقدمہ شعرو شاعری** خواجہ الطاف حسین طالی  
کی بہترین شعرو شحن کے

موضوں پر بہت دلچسپ اور مفہید تسلیم کی گئی ہے۔  
قیمت — چار روپے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مُسا۔ آپ فرمائے تھے کہ  
میں ایسے دیکھتا ہوں جیسے میں اور عبد الرحمن بن عوف پڑھا  
پڑھتے ہوں۔ عبد الرحمن پیچے کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں  
مگر پھر سیدھے ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ نجح جاتے ہیں۔  
اگرچہ قریب تھا کہ ..... جب یہ حدیث حضرت  
عبد الرحمن بن عوف کو پیچی تو انہوں نے فرمایا جتنے اونٹ سامن  
تجارت لیکر آئے ہیں یہ سب اور ان پر جو سامن تجارت  
ل رہا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ راوی  
نے یہاں کیا کہ جو سامن تجارت اونٹوں پر لدا ہوا ہماواہ  
اونٹوں سے زیادہ مالیت کا تھا اور اونٹوں کی تعداد پاچ چھو  
تھی۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب کی خدمت میں بکری  
 کی سری بریزہ پھیجی ہی تو انہوں نے قبول کر لی پھر فرمایا  
 فلاں آدمی بھج سے زیادہ ضرورت مند ہے، چنانچہ اس کی  
 طرف پتھر جدی۔ انہوں نے قبول کر کے ایک اور صاحب کے  
 یہاں بھجوادی جوان کے خیال میں زیادہ حاجت مند تھا۔  
 اس طرح ہر دھوکوں کرنے والا بکری کی سری کو اسے بھجوادی  
 جسمی کردہ پلٹ کر پھر پہنچا جانی کے پاس پہنچ گئی۔

اہل ایمان کا یہ بذل و اتفاق اور اپنی ضرورت پر  
دوسروں کی ضرورت کو مقدمہ رکھنے کا حساس ایمان  
ضمیر بھی کی باری میدا ہوتا ہے اور اسی کی بیہم ترغیب  
خریکی سے برقرار رہتا ہے۔

## شعر و سخن

**نئے نئے عکی منتخب شاعری** مکار پاشی اور سرگم گوپاں متن  
کی مرتب کردہ ۵۔ مجلد تین روپے۔

**صنوبر و کاشہ** سہیل احمد زیدی کا جمیعہ کلام۔  
قیمت مجلد۔ سو اور روپے ۲۵۔

**صلکتیہ حکیم** (دلویند)

۱۲۰	تفسیر ابن کثیر	آردو مع عربی مکمل غیر مجلد
۱۳۰	محلہ در چار جلد	
۱۰۰	تفسیر حتفی	آردو مع عربی مکمل غیر مجلد
۱۱۰	محلہ در چار جلد	
۱۰۰	تفسیر بیان القرآن	آردو مع عربی مکمل غیر مجلد
۱۱۰	محلہ در تین جلد	
۱۳۰	تفسیر بیان القرآن	عکسی - کلام سائز
۱۴۰	مکمل ملا جلد	
۱۴۰	محلہ چشمی کوہنہ پشتہ دو قو جلد	
۱۵۰	تفسیر فہری	صرف عربی (اس میں اردو نہیں)
۱۶۰	تین مکمل در دس جلد	
۲۳۰	محلہ در دش جلد	
<b>مجموعہ ظائف مکمل ترجم عکسی</b>		
۸	وظائف اور دعاوں کا مجموعہ	پڑپہ
۵۰	یازده سورہ پاکٹ سائز عکسی	پاکٹ سائز
۳	سے معیاری مجلد پلاسٹک	
۵۰	یازده سورہ عکسی کلام	لحواظ سے معیاری
۴	(کمال والا)	
۵۰	حزم الاعظاد عکسی	۲۰x۳۰ سائز لحواظ
۶	سے معیاری	۱۷x۲۰ سائز لحواظ
۵	مناجات مقبول ترجم کمی	عکسی کتاب
۷	سب محمد - غیر مجلد - ۴	محلہ
۷	دلائل النیرات	مترجم عکسی - لحواظ سے
۲	منسوخ عایسی هندی	معیاری مجلد
<b>مکتبہ بھلی</b> <b>دیلو بیشتر (یہی)</b>		

پڑا اور اس نے شام سے غلڈ لا کر روشنی میکائیں اور پہر پت سے اوپر کٹ کو اکر سالن تیار کرایا اور روشنی کو اس میں چور کر لوگوں کو اس کا شرید (المیدہ) کھلایا۔ ہشتم کے معنی توڑنے اور پچلنے کے ہیں۔ روشنیاں توڑ کر سالن میں المیدہ بنوانے کی وجہ سے اس کو یہ شم کہا جانے لگا۔ رفادہ اور سقاہ کا منصب ہاتھ میں آئے کے بعد ہاشم کا مقاعدہ یہ تھا کہ جب حج کا زمانہ آتا تو وہ قریش کے لوگوں کو جمع کر کے کہتا "یہ المد کے طروی اور اس کے ہمراکے لوگ اس میں یہی یارت کے لئے تھمارے پاس آتے ہیں۔ یہ جہاں ہیں اور سب سے زیادہ ضمانت کے حق دار المد سی کے جہاں ہوتے ہیں۔

المد نے تم کو یہ خصوصیت بخشی ہے اور اسی کی بدولت تحریر عزت دی ہے اور تھماری ایسی حفاظت کی ہے جیسی کوئی طروی اپنے طروی کی نہیں کرتا۔ لہذا اس کے جہاں لوگ اور زائروں کا اکرام کر جو گرد آکردا اور پر اگندہ حال ہر دو دراز علاقے سے دلی اور شدیوں پر جوسکو کر کا شاہی گئی ہیں، آرہے ہیں۔ اُن کے کپڑے میلے ہو رہے ہیں۔ اُن میں جوئیں پڑ گئی ہیں۔ اُن کا زاد رواہ حشم یہ توکیا ہے لہذا ان کو گھانا ٹھلاو اور پانی پلا فر۔ اس پر قریش کے سارے خاندانوں سے چونہ آتا اور خود ہاشم زیر تکریبے پاس سے شرح کرتا۔ پھر حمڑے کے بڑے بڑے جو چھوٹوں میں مکر کے سارے شکنودوں سے ڈکھوکر زرم زرم کو تو جو حشم بند کر گئے تھے اور اس کا نشان تک باقی نہ رکھا، پانی لا لاؤ کر ان میں حاججوں کے لئے بھرا جانا۔ روشنیاں اور سالن پکا کر ان کا شرید بنایا جاتا۔ روشنی اور دودھ کا ملیرابھی بنایا جاتا۔ ستوا اور بھجوئیں وغیرہ فراہم کی جاتیں اور حاججوں کے منی سے رخصت چونے تک اُن کی ضمانت کا سلسلہ چاری رہتا۔ اسی چیز نے ہاشم کو عرب کے تمام قبائل میں مقبول بنادیا تھا کیونکہ ان سب کو ہر سال حج میں اُس کی اس فیضانہ خدمت سے استفادہ کا موقع ملتا تھا۔ (اضافہ از مولف)

عامر عثمانی

# فِدَادِ الْمُبَرِّئِ مَكَ حَسَنِي وَكَلْمَانِی

— ۲ —

نبوت کا دروازہ بن نہیں ہوا۔  
استدلال ظاہراً تولد کش ہے لیکن علم و تحقیق کی روشنی  
میں تجزیہ کیجئے تو مقولیت کی پرچھا میں تک اس میں ملے  
گی۔ تجزیہ کے دروخ ہیں۔ ایک یہ کہ منقولہ روایت قابل  
اعتماد ہے بھی یا نہیں۔ دوسرا یہ کہ قابل اعتماد ان لیں تو اس  
کا واقعی مفہوم اور حامل کیا تکلتا ہے۔

## پہلاں

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ جو شخص سے  
روایت سے فتح نبوت حصیبے بنیادی عقیدے میں محنت پڑتا  
ہے وہ یا تو علم الحدیث اور علم الفاظ اسے بالکل کو راسیا جان  
بوجھ کر لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

مبتداً بھی جانتے ہیں کہ یہ روایت کا پایہ اور درجہ  
ستین کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کی صندک یعنی ضروری ہے  
سند میں کون کون راوی ہیں اور ان کے باسے میں مستند  
ماہرین کیا کہہ گئے ہیں اس کا علم جب تک نہ ہو روایت

اہل انصاف دیکھو چکے کہ قادریانی حساب نے قرآن کی جن  
دُ آیات کو اپنے موقف کے لئے پیش کیا تھا وہ کس طرح ان کے  
اس ذہنی بھاٹگی لاثاند ہی کرتی ہیں کہ وہ کلام الہی کو توڑنے  
مرور نے میں ذرا جھبک محسوس نہیں کرتے اب ان روایات  
کی طرف آئیے جن سے انہوں نے استدلال نکالیں کھیلا ہے۔

## حدیث اول

حدیث کی کتاب "ابن ماجہ" میں ایک روایت آئی  
ہے جس میں حضورؐ کے صاحب زادے ابراہیم کے بارے میں  
حضورؐ کی طرف اس قول کی مسابت کی گئی ہے۔  
لوهاش لکان صد بیقاً۔ گواہ ابراہیم نزدہ رہنا تو صدین  
نبیا۔

اس حدیث کو قادریانی حضرات بڑے زور شور سے اس  
بات کی دلیل بناتے ہیں کہ رسول اللہؐ پر ہر طرح کی نبوت کا  
دروازہ بند نہیں ہوا اور نہ آپ اپنے مر جنم بیٹے کے بارے  
میں یہ بات نہیں فرمائتے تھے۔ فرمائے کامطلب ہی یہ کہ

اسی فرق کے لحاظ سے بہت سے مختلف نام وضع کئے ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بہر حال ضعف کا درجہ پچھے بھی ہو جو حدیث "صحیح" نہیں کہا لائے گئی اگر کسی بھی درجے کا ضعف اس میں پایا جا رہا ہو۔

حدیث موضوع :- موضوع کئے ہیں من گھڑت کو جس حدیث کے بازے میں پتا چل جائے کہ اس کی کوئی صلح نہیں اور کسی بدستخت نے اسے طڑپیا ہے اس کا نام "حدیث موضوع" نہیں۔ اس میں اور حدیث ضعیف میں فرق یہ ہے کہ حدیث ضعیف بالکل بے صلح نہیں ہوتی۔ اس میں کسی درجے کا امکانی صورت موجود ہوتا ہے مگر حدیث موضوع بالطلیبی باطل ہوتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بھی سمجھ لیجئے کہ عقائد کی بنیاد کبھی ضعیف حدیث پر نہیں رکھی جا سکتی۔ کم اہمیت والے عقائد کے لئے بھی لا ازا صحیح حدیث چاہیئے اور زیادہ اہمیت کے لئے یا تو قرآنی و خواحت درکار ہے ماتعدد صحیح حدیث۔ ایسا کوئی بھی عقیدہ جو کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے والا ہو اُن دو چار حدیثوں سے بھی قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا جنہیں اصطلاح میں صحیح کہا جاتا ہے بلکہ اس کے لئے یا تو قرآن کی حکم آئیت چاہیئے یا حدیث متواتر۔

حدیث متواتر کی تعریف بھی سن لیجئے کہ دینی المطہر میں اس کا ذکر آتا ہی رہتا ہے۔

حدیث متواتر وہ ہے جسے ہر ہر طبقے کے اتنے آدمیوں نے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عادۃ محال ہو۔ طبقوں سے مراد ہیں راویوں کے مختلف طبقے اور حلقے۔ جیسے رسول اللہ سے چھاس ساتھ مختلف صحابی کسی بات کو نقل کریں۔ صحابہ سے کم از کم اتنے ہی شیع تابعین نقل کریں۔ گویا صحابہ کا ایک طبقہ ہوا۔ تابعین کا دوسرا۔ شیع تابعین کا تیسرا۔ اسی طبقہ کے اس قدر آدمی نقل کرتے چلے جائیں کہ ان پر کسی سازش کا شہر مکن نہ ہو۔ اگر مثلاً کسی روایت میں یہ تو ملتا ہے کہ چھاس صحابہ اس کے راوی ہیں مگر تابعی

معتبر نہیں ہو سکتی۔ قادری اسی صاحب نے مذہبیان نہیں کی بلکہ کسی اور صاحب کے مستعارے کو صرف یہ عبارت روایت کے صحیح ہونے کے ثبوت میں لکھ دی کہ :-

"اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اسے ابن بابیہ غیرہ نے روایت کیا ہے۔"

"غیرہ" کا مصداق تعین نہ ہو یہ لفظ دھوکے کی طی ہے ہیں۔ جب تک مصداق تعین نہ ہو یہ لفظ دھوکے کی طی ہے البتہ "ابن بابیہ" کا نام صاف صاف لیا گیا ہے اور اس انداز میں لیا گیا ہے گویا کہ ابن بابیہ حدیث کی کوئی بیانی ہی نہیں۔ مسند کتاب ہے جس میں آئی ہوئی روایات کا صحیح ہونا مسلماً میں سے ہو۔

ہم اپنے نادا اتفاق بھائیوں کو فادیاں فیکار کی فن کاری کا اندازہ کرانے کے لئے سب سے پہلے "ابن بابیہ" کی حیثیت واضح کریں گے۔ ذمی علم قازین ہمیں مناف فرمائیں اگر ہماری تحریریں ایسے بھی اجزاء رہتے چلے جائیں جو اصول علم کے لئے محتاج بیان نہیں۔

## ابن بابیہ کی حیثیت

سب سے پہلے علم الحدیث کی تین اصطلاحوں کو ذہن شیش کر لیا جائے۔

(۱) حدیث صحیح :- حدیث صحیح وہ ہے جس میں شروع سے آخر تک تمام راوی پوری طرح قابلِ اعتماد ہوں۔ شروع یا آخر یا سچ میں سے کوئی راوی غائب نہ ہو، اور وابستہ کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جامتا ہو۔ نیز اس مسئلہ میں (ضمن) میں کوئی ایسی بات موجود نہ ہو جو قرآن و حدیث سے ثابت شدہ کسی حکم یا عقیدے یا خبر سے مکراتی ہو۔

(۲) حدیث ضعیف :- حدیث ضعیف وہ ہے جس میں ذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک بھی شرط کم ہو۔ ضعف کی اسی طبق بہت سی قسمیں اور درجے ہیں جیسے بیاریوں کے مختلف درجے ہو اکریتے ہیں۔ کسی حدیث میں معمولی ضعف بھی کسی میں اس سے زیادہ کسی میں اس سے زیادہ۔ ماہرین نے

”صحیح“ کا نام حضن غلبہ اور کثرت کی رہائی سے دیدیا جاتا ہے جیسے آپ کہتے ہیں کہ فلاں ملک غیر یہ تھے تو آپ کا مطلب وہاں پر ہوتا ہے کہ وہاں تریادہ تر غرباً بارہتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ وہاں کوئی صحیح حضن نہیں ہے ہی نہیں۔ اسی طرح حدیث کی یہ چھ کتابیں ہیں کہ ان میں کثرت صحیح حدیثوں کی ہے مگر غیر صحیح اور مشکوک روایات بھی یقیناً پائی جاتی ہیں۔ بخاری اور مسلم ان میں اعلیٰ درج کی کتابیں ہیں لیکن ان تک کا حال یہ ہے کہ ان کے بہت سے روایوں کی تلقیہ پر ہوتے ہیں کلام کیا گیا ہے لہذا یہ دخوی نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی ہر سڑ روایت تمام حقیقین کے نزدیک قطعی طور پر صحیح ہے اور کسی درجے کا بھی ضعف اس میں پایا جائی نہیں جانا۔ میں باقی چار توان میں نہ صرف ضعیف بلکہ مخصوص روایات تک موجود ہیں اور ہم علم نے ان کی فشناد ہی کی ہے۔

اس کے بعد اب یہ سنئے کہ صحاح برستہ میں سب سے کثرت درجہ پر ابن ماجہ ہی ہے۔ پانچوں صدی ہجری کے قریباً رضنامہ تک تو پانچ ہی کتابیں ”صحاح“ مانی جاتی ہیں! ابن ماجہ کا شمار صحاح میں نہ تھا۔ ہر ایک صحابہ کے نام پر صدور برید سے ابن ماجہ کی صحیح صحاح پر تسلی خل کرنا پسند کیا اور اب صحاح کی تعداد چھ ہو گئی۔ ہم اس عنوان پر عرض نہیں کیوں نہماں ابن ماجہ میں اکثریت احادیث صحیح کی ہی ہے لیکن یہ ہر حال طے ہے کہ اس کا درجہ امتناہ باقی پانچوں صحاح کے مقابلے میں اس کے درجے میں ہے۔

تو ضریح الادفار کا سیں علامہ محمد عبدالمندی تحقیقات نہ بحث و تذکرے کے بعد حاصل کیے ہیں کہ یہ بہر حال درست ہے کہ ابن ماجہ باقی پانچ صحاح سے کم رتبہ ہے (جلد اول ص ۲۷۳)۔

یہیں علامہ محمد بن سلیمان الامیر الیمنی کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ابن ماجہ ابو الداؤد اور شافعی سے پچھے درج ہیں ہے۔ نیز یہ بھی خرایا گیا کہ امام ابن ماجہ کی سندوں میں بہت راوی ضعیف ہیں اور انہوں نے بہت سی خلاف مکمل روایات لے لی ہیں (یعنی ایسی روایات جن پر بھروسہ نہیں کیا جاتا)۔ مشہور امام فیض حافظ البوزد علیہ جواہر بن ماجہ کے مذاہوں

صرف دو چار ایسے ملتے ہیں جنہوں نے اسے صحابہ سے نقل کیا یا اسالی بھی پھر ساٹھ نہیں ہیں مگر تبع تابعین میں قائمین کی تعداد حضن دو چاروں جاتی ہے تو اس حدیث کو متواتر کہنا مشکل ہو جاتے ہیں مکمل تو اتر کے لئے شرط ہی یہ ہے کہ بہر طبقے میں اس کے راوی کشہروں۔ جیسے مثلاً پانچ نمازوں کی فرضیت۔ سونے چاندی کی نرگوہ کا انصاب۔ حج کے اركا۔ یہ انہوں ایسی ہی احادیث سے ثابت ہیں جن کی روایت ہر طبقے کے کثیر افراد نے کی ہے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کا عملی تواتر بھی موجود ہے۔

تجھی درسالت کے عقائد اسلام کے ای این بلند کائنات میں بیاد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عقیدہ قرآن سے الفاظ صریح ثابت ہے اور صحیح حدیثوں میں اس کی وضاحت تائی ہے کبھی سی صحابی، تابعی، مفسر، حجۃ، محدث، امام، شیخ، ولی، کو اس میں شک نہیں رہا جو عبارتیں قادریانی بعض اکابری نقل کرتے ہیں وہ حضن دھوکے کی طبی ہیں جن پر اشارہ اللہ تعالیٰ ہم روشنی دالیں گے)

ایسے اجماعی اور قطعی حقیقے کے خلاف تو کسی حدیث صحیح سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حدیث صحیح اس کے خلاف ہو سکتی اور ظاہری الفاظ اور فلاف نظر آرہے ہوں تو ان کا معہوم وہ نہیں ہو سکتا جس سے مسلم عقیدے کی تکذیب لازم آئے۔ مگر شاہنشاہ یعنی قادریانی خوش نکروں کو کہ وہ اعظم الشان بیانی عقیدے کی بحث میں ضعیف و مخصوص احادیث کا سہارہ لیتے ہیں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے اور خدا کے دین سے بے رحمانہ مذاق جاری رکھتے ہیں۔

بہر حال ابن ماجہ اگرچہ صحاح برستہ میں شامل ہے یعنی ان چھ کتابوں میں جیسی علماء نے حدیث کی چھ تصحیح کئے اور ان کا نام دیا ہے لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی وجہ کہ کسی کتاب کو ”احلطلاحتاً“ صحیح کرنے کا مطلب علماء کے نزدیک یہ بھی نہیں ہوا کہ اس میں کوئی بھی غیر صحیح روایت موجود ہی نہیں ہے۔

شعرو بھی نہ ہو گا۔ (صحفہ ۲۷۷ مطبوعہ ہند)  
ماتمسن الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ  
کے فہل مؤلف علماء عبد الرشید نعماں تفصیلی بحث و نظر کے  
بعد بطور حاصل کلام لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ میں کثیر حدیث ضعیف  
ہیں، بعض توبے حد ضعیف ہیں اور تنی ہی ایسی ہیں تھیں  
بعض اساتذہ نے موضوع قرار دیا ہے۔ اگر ابن ماجہ کی  
ساقط لا اعتبار حدیثوں کو الگ سچ کیا جائے تو مستقل ایک  
رسالہ تیار ہو جائے گا (ص ۳۵)

مشہور حیرت امام ابن الجوزی نے جونقیٰ حدیث میں  
کافی شہرت رکھتے ہیں ابن ماجہ کی ۳۲ حدیثوں کو من  
حضرت پھیرایا ہے اور مامسن الیہ الحاجۃ کے مؤلف علماء  
عبد الرشید نے ان ۳۲ کے علاوہ سات اور حدیثیں بھی پیش  
کی ہیں جن کو بعض ائمہ نے موضوع یا باطل قرار دیا ہے۔ اور تم  
کہتے ہیں کہ یہ تعداد بھی جامع مانع نہیں۔ ان ۳۲ کے علاوہ  
بھی ابن ماجہ میں ایسی روایتیں ہیں جو موضوع قرار دی گئی ہیں۔  
مثلاً یہی زیر بحث روایت کے اسے شارح مسلم امام نووی نے  
موضوع کہا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مناسب ہو گا اگر علماء عبد الرشید کا آخری ریمارک  
بھی سن لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن ماجہ ایسی کثیر حدیثیں بیان کرنے  
میں اکیلے ہیں جن کے بعض روایوں پر جھوٹ کا اور بعض پر  
حدیثیں چڑنے کا الزام ہے اور اس الزام کی بنا پر انکی روایات  
باطل اور ساقط لا اعتبار ہیں۔ اور اسی لئے علماء فتح حضرت  
کردی ہے کہ ابن ماجہ جن احادیث کے بیان میں اکیلے ہوں۔  
دیگری باتی پاچوں صحاح میں یہ احادیث نہ ہوں، ان میں سے  
کسی حدیث سے جو جنت پکڑنا جائز نہیں جب تک کہ پوری حقیقت  
کر کے یہ اطمینان نہ کر لیا جائے کہ اس کے راوی تقریباً اور  
دوسری بھی کوئی علمت اس میں نہیں پائی جاتی (ص ۳۵)

یہ قول ہے کہ اپنے فن مجھے درمیان کافی مشہور ہے کہ  
ما انفراد یہ ابن ماجہ ضعیف ہے جس روایت کو پاچوں  
صحاب میں سے کسی نے بیان نہیں کیا بلکہ صرف ابن ماجہ نے  
بیان کیا وہ ضعیف ہے، اگرچہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ طلاق

میں ہیں۔ ابن طاہر کی روایت کے مطابق ابن ماجہ کی کم و میں  
تین حدیثوں کو ضعیف لانتے ہیں لیکن علماء بیرونی کہتے ہیں کہ  
ابن طاہر کی روایت مقطع ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ اب  
نہ اعتماد کے ابن ماجہ کی صرف تیس ہی احادیث کو ضعیف نہیں  
کہا بلکہ یہ قرایا ہے کہ اس میں کثیر حدیثیں یا تو بالکل باطل  
ہیں یا ساقط لا اعتبار ہیں یا منکر ہیں۔ ابن حاثم نے ”کتاب  
العقل“ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن انگریز یا انگلی لیا جائے کہ  
ابن طاہر کی روایت درست ہے تو اپوزر عہد کا مطلب یہ  
ہو گا کہ تقریباً تیس حدیثیں تو اپہر درجہ کی ناقابل اعتبار ہیں  
یہ نہیں ہو گا کہ تیس ہی حدیثیں ضعیف ہیں دزہلہ البری  
علی المجبولی ص ۳۵

شهرہ آفاق استاد فن حافظ شمس الدین ذہبی اپنی  
”التبلاء“ میں رقمطر از ہیں کہ اگر امام ابو زرعہ صرف تیس ہی  
احادیث کو غیر مستند قرار دیا ہے تو ان کا منشار میرہ ہو گا کہ اتنی  
حدیثیں تو سرے سے ہی باطل ہیں۔ یہ نہ ہو گا کہ فقط اتنی ہی  
حدیثیں ضعیف ہیں۔ ضعیف حدیثیں جن سے کوئی استدلال  
نہیں کیا جاسکتا ان کی تعداد تو ابن ماجہ میں ہزار کے لگ  
مجھات ہے۔ (تفصیل الانظار لابن الوزیر بتوسط ماتمثلاۃ  
الحجۃ ص ۳۵)

علم الحدیث مسلم شیخ حافظ سخاوی اپنی فتح مغیث  
میں دو اور تربیت حدیث کے ساتھ ابن ماجہ کو بھی شامل کرتے  
ہوئے کہتے ہیں کہ ان کتابوں کی کسی حدیث سے صرف ایسے  
ہی لوگوں کو جنت پکڑنی جائیے جو فن حدیث سے اچھی طرح  
و اقتدی ہوں اور صحیح و غیر صحیح میں تمیز کا ملکہ رکھتے ہوں۔  
جو حضرات روایوں کے حال احوال اور اسناد کے اتصال  
انقطاع وغیرہ کی تراکتوں سے بے خبر ہیں ان کے لئے تو بس  
ایک ہی طریقہ درست ہے کہ وہ ان کتابوں کی جس حدیث  
سے جو جنت پکڑنا جاہیں اس کے بارے میں یہ تحقیق کر لیں کہ تیس  
ایام فن نے اسے صحیح یا حسن بھی قرار دیا ہے یا نہیں۔ اگر وہ  
یہ تحقیق نہیں کریں گے تو بارہ ایسا ہو گا کہ وہ ایک باطل و  
 fasad شے سے جو جنت پکڑ رہے ہوں گے اور اتحیں اس کا

(طلکل بازی ہے) اور اس میں ایک  
و جموم علی عظیم و قال  
ابن عبد البر فی تتمیہ  
عزمیہ میں بلا جا درت خلیل ہلگی ہے  
ما ادری ما لھنا فقد  
او ابن عبد البر نے اپنی کتاب "تمیہ"  
میں فرمایا کہ میں اس روایت کو نہیں  
ولیٰ نوح علیہ السلام  
غیر بنی ولوم میلدا  
جاتا کہ کیا ہے حضرت نوح کا طلاق  
تو نبی پورا نہیں۔ اگر قاعدہ ہوتا  
النبی الانبیاء حکان  
کرنی کا ہر بیٹا جی ہو اکرتا تو نوح  
کل احمد نبیا لة نَصَم  
من ولیٰ نوح علیہ السلام  
کا بیٹا تو نبی پورا نہیں۔ حالانکہ اس  
قاعده سے اسے بھی بھی پورا چاہیے تھا  
    ۔۔۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ جس روایت کو قادیانی  
حسب صحیح باود کرنا چاہتے ہیں اسے علم الحدیث کے ذریعے  
اساً ذہ نے بے اصل کہا ہے اور ان کا یہ کہنا قادیانی حسب  
کی ظروف کے سامنے بھی ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ ابن جوزی  
یا ابن عبد البر حرف آخر میں۔ لیکن اس سے کون انکار کر  
سکتا ہے کہ یہ دونوں حضرات ملا علی قاری سے بہت پہلے  
کی خصیت ہیں اور شہرست قبولیت میں ان کا درجہ  
ملا علی قاری سے زیادہ ہی ہے ان کے نزدیک جب یہ  
روایتے ہے اصل ہے تو فقط علی قاری کی رائے حرف آخر  
کے لائق جائز کتی ہے۔

پھر یہ بھی مشن لیجے کہ علی قاری نے زیادہ سے زیادہ  
جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ اس روایت کو موضوع فرار دینا  
درست نہیں۔ یہ نہیں کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ صحیح اور  
موضوع کے درمیان ایک درجہ ضعیف کا بھی ہے علی  
قاری بجائے موضوع کے اسے ضعیف لانتہ ہیں اسکی طرف  
اشارة ان کے قلم سے ایسی جگہ موجود بھی ہے۔ انہوں نے  
اسی جگہ تسلیم کیا ہے کہ بے شک اس کی سند کا ایک دو  
اویشیہ ضعیف ہے لیکن اس کی دو او سن دیں بھی پائی  
جاتی ہیں۔ اہذا میں دو سن دیں سے ایک دوسری کو قوت  
مل گئی۔ یہ ارشاد بجلت خود یہ بتار ہے کہ باقی دو سن دیں  
بھی ضعیف ہی ہیں کیونکہ الگ و دلوں یا ان میں سے ایک  
بھی "صحیح" ہوتی تو وہ بغیر کسی مدد کے خود ہی قوی ہوتی

اور عوامیت کے ساتھ اس کا ہنا صحیح نہیں لیکن بہ اعتبار غالباً  
حال یہ قول بہر حال وہ بھی درست مانتے ہیں۔  
یہ ہے خقر ابن ماجہ کا حال۔

مجموعاً ہم ابن ماجہ کو تھیا "صحیح" اور فرع مانتے ہیں،  
لیکن جو لوگ حضن اس نبادر کسی حدیث کو "صحیح" قرار  
دیں کہ وہ سنن ابن ماجہ میں آگئی ہے ان کی یہ روشن نہایت  
غیر عالمانہ اور مغالطہ انجیز ہے۔ یہ درجہ توفی الحقیقت صرف  
بنواری مسلم کا ہے کہ جو حدیث ان دونوں میں آگئی اسے حضن کے  
حوالے سے "صحیح" کہا جاسکتا ہے۔

یہ علوم کرنے کے بعد کہ قادیانی صاحب کا منقول بالا  
استدلال سلامہ مخالف انگریزی پڑھنے ہے۔ اب کہ در انکی مزید  
مشوگانیوں کا حال دیکھئے۔ وہ اسی ابراہیم والی روایت کے  
تعلیم سے فرستے ہیں۔

"حضرت امام اعلیٰ القاری نے جو نقد خفیر سے ایک  
زبر درست امام ہیں اس حدیث سے امکان نہیں  
پڑاستدلال کیا ہے اور لکھا ہے۔ لوعاش ابرہیم  
فصال نبیا لکن الوصال عمر نبیا الکانا  
من اتباعہ علیہ السلام یعنی اگر ابراہیم  
زندہ رہتے اور نبی ہو جلتے اور اسی طرح اگر حضرت  
موضونبی ہو جاتے تو یہ دونوں آپ کے متبعین ہیں ہیں۔"  
ملا علی قاری کا نام اتنا مشہور ہے کہ معوی علم والوں نے  
بھی سن رکھا ہے۔ کتنی آسانی سے وہ دھوکا کا چاہاتیں کے کہ  
واقعی احکام کا یہ شہر عالم بھی قادیانیوں ہی کا ہمچنان نکلا۔  
آئی حقیقت حال ملا خطر فرمائی۔

ملا علی قاری نے اپنی ت موضوعات کیہیں میں اس روایت  
کو درج کرنے کے بعد وضاحت کی ہے:-

قتل الشروی فی تهدیہ نوی نے اپنی کتاب "تهدیہ" میں  
ھذی الحدیث بـ اـ طـ لـ کہا ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور  
وجسارت علی الکارہ (رسیں امور غیر میں کلام کی جسارت  
بـ الـ مـ خـیـاـت وـ مـ جـاـزـفـتـ) کی گئی ہے اور اس میں بـ تـ کـاـپـ ہے

مطلب کیسے ہو سکتا ہے جب کوچ علیہ السلام کے کافر نے بیٹے کی مثال قرآن ہی میں موجود ہے اور دیگر نبیاں میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ ان کے تمام بیٹے باوجود زندہ رہنے کے نبی نہیں ہوتے۔

لیکن اس چوکے قطع نظر یہ تو بہر حال وہ صاف کہ رہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی ہو جاتے تو یقیناً یہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حتم نبوت کے خلاف ہوتا اور اس سے ثابت ہوتا کہ حضور آخری نبی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سو اکارے کہ رسول اللہ کے بعد کسی کا نبی ہونا غلط تاریجائز نہیں بھتے کیونکہ اس سے حضور کی خاتمت کی نفعی ہو جاتی ہے۔

قادیانی صاحب "ہوضوع کبیر" کھولے بیٹھیں ہیں۔ ان کے سامنے علی قاری کی یہ عمارت موجود ہے لیکن اسے نظر انداز کرتے ہوئے ان کی پوری بحث سے درج ذیل مکمل اظہا ریتے ہیں:-

"یعنی ان کا رابر اہم یا حضرت عمرؓ کا نبی ہو جانا خد تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے علاوہ نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منور کرے اور آپ کی امرت میں سے نہ ہو۔"

یہ بات ملا علی فی کیا کہی ہے اسے بھتے کے لئے دقتہ رس دماغ اور طلب حق کی نیت چاہیئے۔ قرآن نے جس موقع پر خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرمایا ہے وہاں بلاشبہ اس کا مفاد ہی ہے کہ حضور پر دین مکمل ہو چکا۔ اب قیامت تک یہی دین معتبر ہو چکا۔ اس میں تباریلی کے لئے اللہ کوئی نبی مبعوث نہیں کرے گا۔ تھی کوئی شریعت نہیں آئے گی۔ علی قاری اسی مفاد کے بیش نظر فرمادے ہیں کہ یہ لفظ نبی شریعت کے نہ کرنے کی خبر دے رہا ہے اہم اللہ تعالیٰ الکر حضورؐ کے بعد انبیاء کا سلسلہ پسند ہی کرتا تب بھی وہ نبی کوئی نبی شریعت نہ لاتا۔

لیکن صفا اٹھا ہر بہن کے ملا علی کا یہ کلام ایک مفر و ضرور

وقت کے لئے کسی دوسرا کا حتاج ہونا ضعف ہی کی دلیل ہے۔

علاوہ اذین متعدد ضعف سندیں اُس وقت کا امر ہو اکر تی ہیں جب ان کا ضعف شدید نہ ہو اور ان سندوں سے آئی ہوئی حدیث اس وقت قبول تی جاتی ہے جب اس کا مضمون صحیح احادیث اورسلم عقائد کے خلاف نہ ہو۔ یہاں دونوں شرطیں عتفا ہیں۔ مناریں بھی اس حد تک ضعف کو بعض ماہرین حدیث کے موضع ہونے کی وجہ ظاہر کر رہے ہیں اور مضمون تھی مشتبہ اور منکر۔

بہر حال یہاں ملا علی قاری نے اپنی فہم کے مطابق ایک قوی تفتکوئی۔ اس سے کسی عقیدے کا اظہار قصود نہیں تھا۔ جہاں تک عقیدے کا سوال ہے یہیں اسی مقام پر انہوں نے درج ذیل عبارت حوالہ قلم کی ہے۔ وَشَرِّقَةَ تَعَالَى مَأْكَانَ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ تم میں سے مُحَمَّداً أَبَا أَحَدِيَّ صَرْتُ۔ کسی حد کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ اس طرف شارہ کرتا ہے کہ رسول اللہؐ کا کوئی بیان انتہی نہیں ہے۔ فَإِنَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَنْهَا نَهْيَنَ حَيْثِ كَمَا كَانَتْ تَرِكَةً لِلَّهِ لِمَعِيشِ لَهُ دَلَّا۔ کیونکہ جو بیٹا آپ کے صلب سے ہوا سے یہیں الی مبلغ الرجال فان دلدا ه من صلبیه یقضی ان پیکون لست خصلت پر ہوتا ہے۔ لیکن اہم این میں ایک ایسا جاتا ہے کہ بیٹا اپنے پاس کی عادت ستر ابیه ولو عاش قتلہ کما یقال الو سدا و بلغم اربعین و صادر نبی الدار مان لدیکون اسے لازم آتا کہ ہمارے نبی مولی اللہ بنیتنا خاتم النبیین۔

پڑھو: یہاں الگرچہ ملا علی قاری سے ایک دراسی چوک مہکتی۔ الو مُدَسْتَرُ لَوْبَيْهُ کا ہرگز نیتی طلب نہیں کر باب الگرچہ ہے تو بہر بیٹے میں بھی تمام اوصاف نبوت موجود ہیں۔

## بخاری کا نمونہ

اُس کے علاوہ موصوف کی بنتی کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

مولا علی قاری کی جو عبارت ابراہیم ابن رسولؐ کے متعلق ہم کتابچے سے نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ "اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہو جاتے۔" یہ در ۴۶۱ اشارہ ہے اُس حدیث کی طرف جو ترمذی میں آئی ہے اور علی قاری نے چند سطیر بعد اسی جملہ سے احمد اور عالمؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:-

لوحہان بعدی بنی لکان حضور نے فرمایا کہ میرے بعد الگ کوئی ہمرا بر ابن الخطاب۔ بنی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ قادیانی صاحب یہ حدیث پڑھتے ہیں لیکن ذرا پروانیں کرتے کہ اللہ کا رسولؐ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے بجائے ابراہیم والی روایت کے ذیل میں ارشاد ہوتا ہے:-

"آخحضرت فرماتے ہیں الگ میرا ایشیا ابراہیم زندہ رہتا تو خود بنی ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آخحضرت کے

زندگی اس کا تباہ نہ بنتا اس کی موت کی وجہ سے

ہے نہ کہ آیت خاتم النبیین کے نزول کی وجہ سے۔"

کیا حضرت عمرؓ کے معاملے میں موصوف نہیں دیکھ رہے تھے کہ وہ حضورؓ کے بعد زندہ رہے جو ان سے پڑھتے ہوئے لیکن بنی نہ بن سکے۔ اس کا مطلب اس کے سو اکیا ہو سکتا ہے کہ ان کے بنی بنے میں رکاوٹ موت نہیں بنی خاتم النبیین وہی آئیت بنی۔ لامتحب بعدی الی حدیث۔ بنی۔ اگر حضورؓ کے بعد کسی قسم کے بنی کی بعثت کا امکان ہوتا تو حضرت عمرؓ سے زیادہ کون بیوت کا حق تھا جب کہ صادق و صدقہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تو میت فرمائے ہیں کہ عمرؓ میں استعداد نبوت پائی جاتی ہے۔ انبیاء والے اوصاف پائے جاتے ہیں۔

الگ ذرا بھی نیک بنتی قادیانی صاحب میں ہوتی تو وہ اس سامنے کی بات کو نظر انداز کر کے بینظی بھی نہ جھاڑتے کہ ابراہیم

مبخی ہے۔ اللہ نے حضرت عمرؓ کو نبوت نہیں دی حالانکہ حضورؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی بنی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو حضورؓ کے بعد سلسلہ نبوت جاری رکھنا منتظر نہیں اور جب منتظر نہیں تو طے ہو گیا کہ اب کسی بنی کا معمور شہنشہ میں سے ہے۔

مولا علی قاری کی خطمت شان کے باوجود دیپہ ہم ضرور کہیں سکے کہ موضوع کمیر کے اس مقام پر ان کی تحریر اُبھر گئی ہے۔ وہ اپنا مانی آنحضرت محمدؓ طور پر بیان کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ تاہم جب اسی جملہ انہوں نے صفات صاف یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہ کہ تب ہو جاتے تو یہ بات ہمارے نبی کی خاتمت کے خلاف ہوتی تو قادیانی صاحب کی نقل کردہ عبارت قابل استناد کہاں وہی کیونکہ جو مطلب موصوف اس کا لے رہے ہیں وہ ہماری نقل کردہ عبارت کی ضرور ہے اور اس نبوت میں دونوں عبارتیں ماتفاقاً معتبر ہو جاتی ہیں۔ کسی کو حق نہیں کہا کہ عبارت سے استدلال کرے اور دوسرا یومنظر انداز کر دے۔

اور یہ بھی ہر شخص کے سامنے ہے کہ "موضوع کبیر" علم العقائد کی تاب نہیں ہے۔ اس کی حصی عبارت سے یقین تاکہ کوئی عقیدہ نکالتا مسلمان ماعقول ہے جب کہ مولا علی قاری نے عقائد کے موضوع پر فتنوں کو تھے ہوتے اپنا عقیدہ صاف بیان کر دیا ہے۔

نقہ الکربلہ جو ایسا بحثیفہ کی طرف منسوب ہے، اس کی شرح میں مولا علی قاری ص ۲۷ پر رقم طراز ہیں:-

"ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ گرنا بالاجماع کفر ہے۔"

مولا حظیر کر لیجئے تھی صاف، یہ عبارت اقطعی عبارت۔ کوئی بھی ادھی جس میں ذرہ برا بر الفصاف پسندی ہو گیا اس سے انکار کر سکتا ہے کہ علی قاری کا عقیدہ یہ ہے نہ کہ وہ جسے قادیانی صاحب تو فرم وہ کہ موضوع کبیر میں نکال رہے ہیں۔

"اما ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ" (۱۵۱ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے بہوت کا دعویٰ کیا اور کہا "جسے موقع دوکہ میں اپنی بہوت کی علمات پیش کروں۔" اس پر امام عظیم نے فرمایا کہ "جو شخص اس سے بہوت کی کوئی علمت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔" کبھی نکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جسے یہ کہ لازمی بعدی ہے۔" دمناقب الامام الاظہم ابی حیان حنفیہ لا بن احمد ملکی حج ۱۰ صفحہ ۱۶۸۔ مطبوعہ حیدر آباد قادیانی حصہ۔ نے زیر تبصرہ رسالہ میں ابوحنیفہ کا یہ حکم فیصلہ ملا حظر فرمایا مگر کافوں پر جوں تک نہ ریکی۔ اندازہ کیجئے ملا علی قاری نویں تادسوں صدی ہجری کی شخصیت ہیں۔ ان کے مقدار اور شرح ابوحنیفہ دوسری صدی ہجری میں گزرا چکے۔ اس طرح ملا صاحب احباب ان کے شاگردوں کے بعد ان کا نمبر ہوتا ہے۔ الگ وہ قادیانی صاحب کے نزدیک ایسے ہی تحریم و مستند ہوتے جیسا کہ موصوف نے اسے گواہ کی حیثیت میں اخیس پوز کیا ہے تو ابوحنیفہ کی رائے کا ہمراہ وہ ان کی رائے سے بھی زیادہ کرتے۔ مکتبی کا بھی احترام ہے کہ مسخرے کو۔ میر ملا علی قاری "حنفیہ کے زبردست امام" اس نے لکھ دیتے گئے کہ مسادہ لوح عورا کے لئے اپنے اپنا ہم فواؤ اور جمی بنا کر پیش کرنا تھا۔ یہ اس طرح کا نامہ رچانے والے بھی فنکری دیانت اور حق و الصاف کے امین ہو سکتے ہیں۔

اسے ایسے متعدد نمونے اور بھی انشاء اللہ اے ہم ہیں۔

### عقل و درایت کا پہلو

بیہاں تک کی گفتگو سے منقح ہو گیا کہ دعا شابد اہم و ای روایت انتہائی ساقط الاعتبار ہے اور بہت سے بہوت اسے موضوع نہ سمجھی ضعیف مانا جا سکتا ہے۔ عقائد کے باب میں ضعیف احادیث کی کوئی قیمت نہیں۔ عقیدہ سکی بنا قطعیات پر ہوتی ہے۔ ہخنوڑ کا آخری

گی نبوت میں صرف موت روک بھی ہے امیت نہیں۔

### مکر و غما کے دو اعلیٰ ثبوت

روایت لو عاش پر مزید گفتگو سے ہمہ ہم قادیانی حصہ کے مکر و غریب دو ایسے ثبوت دیتے ہیں جن کا کوئی توثیر نہیں۔ (۱) یہ کتاب پنج جیسا کہ ہم ذکر کر کے مولانا مودودی کے رسالہ "ختم نبوت" پر بہ الفاظ مصنف "علی تبصرہ" ہے۔ ہم نے ابھی شرح فرقہ اکبر سے ملا علی قاری کا جو عقیدہ نقل کیا وہ اسی رسالہ میں موجود ہے۔ قادیانی صاحب ایسے اخونوں سے اسے ٹرھ رہے ہیں لیکن اس پر ایک حرف تبہی بغیر ملا علی قاری کی موصوفات کیسرے ایک عبارت اٹھا کر دنیا کو دھولا رہے ہیں کہ دیکھو ملا علی قاری کا عقیدہ یہ ہے۔

یہ آپ دیکھی ہی چکے کہ انہوں نے تنظیم سے علی قاری کو نقہ حنفیہ کا ایک زبردست امام کہا ہے۔ گویا اور یہ کہ ان اچاہتے ہیں کہ ملا علی قاری واقعۃ بہت مستعد عالم ہیں اور ان کی میرے قلب میں بڑی وقعت ہے۔ مکر و غریب اگر دھوکا دیتی کے لئے نہ ہوتی تو اپنے زیر تبصرہ رسالہ میں شرح فرقہ اکبر والی عبارت دیکھ کر فوراً اپنے وہی عقائد سے تو بہ کر لیتے اور کانپ اٹھتے کہ اور ہر رسول اللہ کے بعد ذوق و نبوت کو ملا قاری نہ صرف کفر مانتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ تمام امت اس کے کفر ہونے پر متفق ہے۔

لیکن تو بے کو عوض کیا انہوں نے یہ ہے کہ ملا علی کے صلی عقیدے کو صاف نظر انداز کر دا اور صحیح تان کر ان کی طرف بالکل اٹھا عقیدہ منسوب کرنے لگے۔

(۲) اگر موصوف کے دل میں ملا علی قاری کی واقعۃ کوئی تو قیر ہوتی اور ان کی رائے کو وہ قابل جحت سمجھتے تو قدرتی ملت ہے کہ ملا علی قاری کے مقدار اور مرجع امام ابوحنیفہ کی وقیر اور بھی زیادہ ان کے قلب میں ہوتی اور ان کی رائے کو اور زیادہ اہمیت دیتے۔ ملا حظر فرمائی۔ مولانا مودودی رسالہ (رضی اللہ عنہ) میں نقل کرتے ہیں:-

کیا اس کا یہ نہشمار ہے کہ ایک سے زیادہ خدا ہونے ممکن ہیں؟  
سورہ رعد میں ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا

جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ وَمَنِ اللَّهُ مِنْ

(اللَّهُ مِنْ وَلِيٍّ وَلَأَوَّلَاقِ رَبِّكَ إِلَّا كُوچِلَهُ

مشرکین وَكُفَّارُكَ تَوَاهُتُ شَاتِكَ كَمَا كَمَّ جَانَ

کے بعد ہم تو بار کوکہ الشَّرِّ سَبَقَهُ بَجَانَ وَالْأَوَّلَ اس

کے مقابلے پتیری حمایت کرنے والے کوئی نہیں)

یہی بات سورۃ لقرہ میں بھی دوبار کوئی آئی ہے:- دیکھو لمحہ جس طرح لوگ ان عاش و ای جو بیٹھ میں ابرا ہیم کا نہیں ہونا زندگی پر متعلق اور منحصر ہے اسی طرح یہاں ایک سخت دعیہ کو اس بات پر متعلق کیا گیا ہے کہ سعیر علیہ السَّلَوَةُ دلساً اکفار مشرکین کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں۔ کیا عملیاً مکمل تھا سورۃ بنی اسرائیل میں اور زیادہ سخت الفاظ کہے کے دَلْوَلَ آنَ شَتَّى نَفْلَاتَ لَقَدْ كَذَّبَ تَرْكُنَ الْجَهَنَّمَ شَيْعًا قَنْلَلَهُ إِذَا لَدَ ذَفْنَاعَ ضَعْفَ الْحَيَاةِ وَضَعْفَ الْمُسْمَى شَرَّلَاهُ تَحْمِلَنَّكَ عَلَيْهِ الْصِّيرَارَ اور الگرایا نہ ہوتا کہ ہم نہ تجھے اس سعیر سے حاصل رکھا تو شرک و تحریک طرف تو کچھ نہ کچھ جھک جاتا تب یقیناً ہم بھی دگناہ اسراچ کھاتے نہیں کی اور موت دونوں میں۔ پھر کچھے ہمارے مقابلے میں مذکورہ دالا کوئی نہ ملتا۔

ان قرآنی نظائر سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ جو با  
کسی امر حوال پر متعلق اور اس سے مشروط ہو وہ خود حوال  
ہو اکبری ہے۔

اب ائمہ لوعاش ابرا ہیم کی طرف۔ اگر یہ بات  
واقعہ حضور صنت فرمائی ہے تو بلاشبہ اس وقت فرمائی  
ہے جب ابرا ہیم مر جائے ہیں۔ جو شخص مر جکا اس کی موت کا  
وقت پہلے سے تعین کھا۔ حضور جانتے تھے کہ جو خدا ان فیصلہ  
واقع ہو جکا وہ اہل تھا۔ اس کے خلاف واقع ہونا شخص نہیں  
نہیں تھا۔ زیر ممکن مختار کہ اس کے وقت کو ایک سے بھی کسی  
ستے۔ قرآن کہہتا ہے کہ تو شکوہ اللہ نفس اذ اذ اکتو اجلما

نبی ہونا اور ان کے بعد کسی کا بھی نبی نہ بن سکتا اعقاہ نہ  
ہی۔ کے نہرے میں ہے اور عقاہ نہ بھی وہ خیں بیساکی  
ترین اہمیت حاصل ہے لہذا جلوگ اس کے سلسلے میں  
ضعیف و داہی روایات سے استلال کرتے ہیں ایکیں  
اچھی پاچھر کار کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

مگر چلے کچھ دیگر کوئی مانے ہی یقین ہیں کہ یہ روایات  
درست ہے۔ پھر ہم تاذی ای موقوف کے لئے اس میں  
مطلق گنجائش نہیں کیا بلکہ

علم البلاغت کا معروف اسلوب ہے کہ کسی شے کا نقطی  
انکار اور تردید پیش نظر ہو تو برآمد راست اس کا انکار کرنے  
کے عرض اسے کسی ناممکن شرط سے جڑ دیتے ہیں۔ جب شرط  
ہی ناممکن ہو گی تو وہ چیز کیسے واقع ہو سکتی ہے جو اس شرط  
سے مشروط ہو۔ جیسے قرآن میں فرمایا گیا کہ جن لوگوں کے ہماری  
آیات کو جھٹلا یا اور ان کے مقابلے میں غرور و شخوت کا  
رویہ اختیار کیا ہے

لَا يَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلْجُمُ الْجَهَنَّمَ فِي  
سَرِّهَا تُخَيَّطُ

”جنت میں اس وقت تک اخی نہیں ہوں گے  
جتنک اونٹ سوہنی کے ناکے میں نہ گھس جائے۔“  
داعاف۔ آئیں تھے

اللہ نے ان کافروں کے دخول جنت کی شرط ایسی کھدو  
جو ناممکن الوقوع ہے۔ اس کا یہی تمثیل ہے کہ ان بدختنی  
کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔ اب اگر کوئی یوں  
کہنے لگے کہ اس آیت کی روشنی کے فارکا داخل جنت میں  
ممکن نہابت ہوتا ہے تو آپ اسے حق کے سوا کیا کہنے  
کسی بھی شے کو بطور شرط بیان کرنے کا مطلب یہ ہرگز  
نہیں ہوتا کہ وہ لازماً ممکن بھی ہو۔ قرآن کہتا ہے:-

لَوْكَانَ قِيمَهُمَا الْحَيَاةُ لَفَسَدَتَا رَبِّ الْأَنْبَيَاءِ  
”اگر میں و آسمان میں ایک سے زیادہ خدا ہوتے۔“

تو یہ زین و آسمان تہہ د بالا ہو جاتے۔

یہاں ایک سے زیادہ خدا کا ہونا بطور شرط بیان کیا گیا تو

میں کچھی نہیں جائیں گے۔ مٹکا اسی طرح حضور کے بعد قیامت تک اسی کو نبوت نہیں ملتی۔ حضرت علیؓ ائمہؑ کے توہی اپنی ساتھ نبوت لئے ہوتے جو حضور سے پہلے مل چکی اور مشریعیت محمدؐ کے اتباع کے سوا کوئی دعویٰ ان کی زبان پر نہیں ہو گا۔

خلاف صدیقہ کا اول قول و عاش والی روایت قابل اعتبار ہے ہی نہیں لیکن اعتبار ہی کر لیں تب بھی اس سے امکان نبوت ثابت نہیں ہوتا بلکہ شروع سے اس کی تردید ہوتی ہے اور لوگان بعد ایجنبی و الی حدیث توڑنے کی وجہ کیہا رہتا ہے کہ باب نبوت حضور پر بند ہو چکا۔ اب بھی شخصی ہی صلحتیں رکھتا ہوا سے نبوت نہیں بخشی جائے گی۔ شترہ برابر بھی امکان ہوتا تو حضرت عمرؓ لازماً بھی ہو جاتے کیونکہ اللہ کے سچے رسولؓ ان کے اندر رادھنا نبوت اور استعداد نبوت پاسے جانے کی خبر دے رہے ہیں۔ حب عمر خوبی نبی نہیں ہوتے قید و مراکون مانی کمال نبی ہو گئے ہیں۔

### یہ بھی دیکھئے

ابن ماجہ میں حسن جگہ یہ لوعاش ابراہیم والی روایت آئی ہے وہیں اس سے متصل ہے یہ روایت موجود ہے کہ ابی معلیل بن خالد نے ایک صحابی عبد اللہ ابن علی اوفی سے پوچھا کہ تم نے رسول اللہؐ کے صاحبِ حبذا دے ابراہیم کو دیکھا تھا۔ انھیں نے جواب دیا:-

مات و حومه غیر دلو قصیر ان یکوں بعد  
محمد نبی لعاش اپنے ولکن لا نبی بعد  
را ابراہیم کا بھی ہیں انمقال پوچھا اور اندر اشترم  
یہ فحیل کہ تاکہ محمدؐ کے بعد بھی کوئی بھی پوتا ابراہیم  
زندہ رہتے تیکن محمدؐ کے بعد تو کوئی بھاہی نہیں  
یہ ایک صحابی رسولؓ کا واضح کلام ہے۔ قادریانی صاحب  
اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی وہ یاد اداک  
نہیں فرماتے کہ رسول اللہؐ کے بعد کسی بھی سے خوف نہ ہونا

حضور سے طرد کر قرآن کا موسیٰ کون ہو گا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وہ غماتے ہیں لوعاش ابراہیم (اگر ابراہیم زندہ رہتا تو صرحاً وہ ایک ناممکن شرط کا لفظ فرماتے ہیں اور اس کا مقصد بھی پوتا ہے کہ جس چیز کے لئے اس شرط کا لفظ کیا گیا ہے اس کے ناممکن ہونے پر آپ بلخ انداز میں نور دے رہے ہیں جیسا کہ بھی آئی قرآنی نوشالوں میں دیکھا۔ اگر یہ مقصود نہ ہو تو معاذ اللہ یہ ناشا ہو گا کہ آپ نے ایک نشوون اور احصال بات فرمائی۔ خاک بدین گستاخ تاریخ نامیں کا یہ زور لگانا کہ اس حدیث سے رسول اللہؐ کے بعد بھی کسی قسم کے بھی کام بتوہننا ثابت ہے اسی سے جیسے کوئی مذکورہ آیات کا حوالہ نہ کریں زور لگایا جائیگہ ترین کافروں کا جنت میں داخلہ قرآن سے ثابت ہے اور یہ بھی تاریخ نہ کہ اوپنے سوئی کے نامکے میں داخل ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سے زیادہ خدا پاکے جائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہؐ کفتار و مشکرین کی پیروی کرنے لگ جائیں۔

زیدی سے کہا کہ میں بھیں ہر زور پر ضرور دوں کا اگر بھی کیا ری میں روپوں کا دوخت اُک آئے۔ اب اگر آپ یہ کہتے پھر میں کہ زیدی نے روپے دینے کا وعدہ کر لیا ہے تو آپ خود سوچئے کیا پاگل خانے کے علاوہ بھی کوئی جگہ اپنے کیتے ہوزوں ہو گی۔ پھر فقادیانیوں کے بارے میں کیا رائے ہے جب وہ یہ کل افغانی کرتے ہیں کہ ایک مرے ہوئے بچے کی زندگی سے شرط کر کے جو بات بھی گئی ہے وہ بہر حال ممکن ہے۔ حالانکہ لوگان بعدی نبی لکان عمر والی روایت صاف بتا رہی ہے کہ حضورؐ اپنی ذات پر فخر نبوت کا اعلان اور اپنے بعد کسی کی بعثت کا صاف انکار کر رہے ہیں۔ اسی انکار کا ایک بلخی اسلوب وہ بھی ہے جو آپ نے لوعاش ابراہیم سے اختیار فرمایا۔ اور وہی پرانی کہاوت ہے نہ نومن تیل ہو گا اندر ادھان لچے گی۔ ابراہیم ابن رسولؓ کا دوست مرگ اٹل تھا۔ کون اسے مل سکتا تھا۔ موت آجھی چلکی۔ اس زندگی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ امکان نبوت کی کنجائش نکالو۔ اوپنے سوئی کے نامکے میں بھی نہیں کھے جا۔ آیات خدا سے لاطئے والے حق

# مولانا سیا پوکسن علی نسومی

## کی نئی تصنیفات

### ”جب ایمان کی بہار آئی“

محاہد کی پریسیا احمد شہید اور آپ کے غالی ہوت رفقار کے ایمان اور ذراحتات۔ مشروع میں سب ماحابہ کی تحریر کا مکمل خلاصہ ہے اور اس کے بعد تحریر اور اندازگیر و ادعات مولانا ناند روی کے موڑخانہ، ادیباں اور مجاہدانت قلم سے قیمت بارہ روپیے

### ”پرانے حضرات“

یہ کتاب علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا اشرف غفاریؒ، مولانا حسین احمد ندویؒ، مولانا موصی اللہ فتحیوریؒ، مولانا احمد لاہوریؒ، داکٹر فریدیؒ، داکٹر سید جمودا اور مولانا شاہ معین الدین ندویؒ جیسے مشہد برداہیں کمال کے تذکرے پر مشتمل ہے بہترین ادبی اسلوب کا خونرہ ہے جو رچپر مفید اور اندازگیر ہے۔ آج ہندریؒ نکتہ نظر عام پر آ رہی ہے۔

**ذکر خصیصہ** زندگی جن میں ان کی تعلیمی و تربیتی خصوصیات رہی ہیں ان کا تعلق تعمیر و تشریح ہے۔ اس غلط نظر کاری اور فساد انگریزی کا مقابلہ کرنے کے لئے انسیار اسلام کی مطلق ضرورت ہیں کیونکہ آسمان سے کوئی سخی خبر بھی نہیں ہے۔ اب جبھی تسلیمیان کی جا سکتی ہیں اور کی جا رہی ہیں ان کا تعلق تعمیر و تشریح ہے۔ اس غلط نظر کاری اور فساد انگریزی کا مقابلہ کرنے کے لئے انسیار اسلام کی مطلق ضرورت ہیں کیونکہ آسمان سے کوئی سخی خبر بھی نہیں ہے۔

**مسئلہ تعاویز و اذاج** اس اہم مسئلے پر ایک عربی فاضل نئی بحث قرآن حکم اور عقول سلیم کی روشنی میں قیمت صرف ایک روپیہ پچھلی میں ہے۔

انگریزی اعلیٰ طباعت — درود پیے

مکتبہ فردوس مکارم نگر (بلیا) لکھنؤ

صحابہؐ کے نزدیک مسلمات میں سے تھا اور صحابہؐ کے نزدیک مسلمات میں ہونا لازماً معنی رکھتا ہے کہ یہ خبر اخیل مسلمانوں اور شریعتی سے پہنچی تھی اور اس درجہ وضاحت کے ساتھ پہنچی تھی کہ کسی تاویل کی گنجائش ہی نہ تھی۔ یہاں اثر یعنی اور غیر تشریعی کی بھی بحث نہیں اٹھائی جاسکتی۔ حق یہ ہے کہ کسی بھی مقام پر اس بحث کی گنجائش نہیں۔ قرآن نے خاتم النبیین فرمایا تو بلا قید و مشرط فرمایا۔ ہر طرح کی بتوت کا خاتمہ اس میں آیا اور حکم فرمائے جب جب اس مضمون کو میان فرمایا تو اسی عموم کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس میں یہ شو شرپیدا کرنا کہ صرف تشریعی بتوت ختم ہوتی ہے غیر تشریعی بتوت کا سلسلہ جاری ہے کوئی محفوظیت نہیں رکھتا۔ نبی جب بھی مبعوث کیا گیا ہے وہ میں سے ایک تقصید کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ یا تو وہ ایک سماں شرعاً اپنے ساتھ لایا یا چھٹے کھلی شرعاً میں تجوڑو بدلت لوگوں نے کہ لیا تھا اس پر مشتبہ کرنے اور احصل احکام کو ظاہر کرنے کی خدمت اس نے انجام دی۔ سکیل دین اور نہ ولی قرآن کے بعد یہ دلوں جوہ یک ششم ہو گئے۔ اب نہ تو کسی تی شرعاً میں کامکان ہے نہ شرعاً میں کامکان ہے۔ اب نہ تو کسی تی شرعاً میں کامکان ہے قرآن جوں کا توں محفوظ ہے۔ احادیث مخفی بھلی کھلی ہے۔

**ذکر خصیصہ** زندگی جن میں ان کی تعلیمی و تربیتی خصوصیات کا تعلق تعمیر و تشریح ہے۔ اس غلط نظر کاری اور فساد انگریزی کا مقابلہ کرنے کے لئے انسیار اسلام کی مطلق ضرورت ہیں کیونکہ آسمان سے کوئی سخی خبر بھی نہیں ہے۔ اب جبھی تسلیمیان کی جا سکتی ہیں اور کی جا رہی ہیں ان کا تعلق تعمیر و تشریح ہے۔ اس غلط نظر کاری اور فساد انگریزی کا مقابلہ کرنے کے لئے انسیار اسلام کی مطلق ضرورت ہیں کیونکہ آسمان سے کوئی سخی خبر بھی نہیں ہے۔

اُن شرعاً احکام و دہدایات کے آئینے سے کوئی دو غبار کی تھیں جو اس کا مقابلہ کرنے کا سامان تھا۔ اس سے بعض وہ بنے ہوتے ہیں جنھیں حیدر کہا جاتے ہے۔ یہ بھی اُن شرعاً احکام و دہدایات کے آئینے سے کوئی دو غبار کی تھیں جو اس کا مقابلہ کرنے کا سامان تھا۔ اس میں یہ موجود و محفوظ ہیں۔ بتوت کا کوئی موقع یہی نہیں کیونکہ اللہ کو نہ

# قرآن تفسیر مرن پاکے جماعتیں - دعائیں

<p><b>قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۱۲۶</b> عکسی - ہر صفحہ کاغذ کتابت، طباعت سب عمدہ - سائز ۳۰x۲۰ جملہ ریگزین</p> <p><b>قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۲۵</b> عکسی پچوں کیلئے نہایت عمدہ مجلہ کرش قسم اول قسم دوم</p> <p><b>حماں مترجم نمبر ۳</b> عکسی - سائز ۳۰x۲۰ خانیہ پر ختم تفسیر - ہر لحاظ سے اچھی مجلہ کرش</p> <p><b>حماں بلا ترجمہ نمبر ۲۶</b> عکسی - سائز ۳۰x۲۰ روشن حروف - ہر لحاظ سے معیاری - مجلہ کرش</p> <p><b>حماں بلا ترجمہ نمبر ۳۶</b> عکسی کارڈ سائز کتابت، کاغذ اور طباعت عمدہ</p> <p><b>قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۳۷</b> سائز ۳۰x۲۰ یارے الگ الگ جملہ جو مساجد میں رکھوائے جاتے ہیں - مکمل</p> <p><b>قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۴۸</b> سائز ۳۰x۲۰ الگ الگ جملہ جو مساجد میں رکھوائے جائیں مکمل</p> <p><b>قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۴۹</b> سائز ۳۰x۲۰ دعا کے علاوہ ہر ترجمہ عکسی و غیر عکسی پارے قابویتی لیستہ القرآن اور فمازیں وغیرہ مناسب ترین ترجموں پر بھیجے جاتے ہیں - پارے کلوں غیر عکسی - ۲۵ روپے سیکڑہ - پارے عکسی تکمیل کا تقدیر ۳۰ روپے سیکڑہ -</p>	<p><b>قرآن پاک مترجم</b> [مع تفسیر عکسی، ترجمہ مولانا محمد احسان دشخواہ اور تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی] مجلہ ریگزین جلی حروف - عمدہ کتابت، طباعت مجلہ ریگزین عکسی ترجمہ مولانا</p> <p><b>قرآن پاک مترجم نمبر ۵۵</b> عکسی بدو مترجم - مولانا تھانوی اور شاہ فیض ایان صاحب - تاج پیغمبیر کے قرآن کا عکسی مجلہ ریگزین</p> <p><b>قرآن پاک مترجم نمبر ۶۳</b> عکسی کشاورزی کتابت و طباعت - مجلہ ریگزین</p> <p><b>قرآن پاک مترجم نمبر ۷۴</b> عکسی - مترجم کتابت و طباعت - مجلہ ریگزین</p> <p><b>قرآن پاک مترجم نمبر ۷۵</b> عکسی - مترجم کتابت و طباعت - مجلہ ریگزین</p> <p><b>قرآن پاک مترجم نمبر ۷۶</b> عکسی - مترجم کتابت طباعت سب عمدہ سائز ۳۰x۲۰</p> <p><b>قرآن پاک مترجم نمبر ۷۷</b> عکسی - ہر سطر کے کتابت طباعت سب عمدہ سائز ۳۰x۲۰</p>
<p>۱۴</p>	<p>۳۵</p>
<p>۱۵</p>	<p>۳۰</p>
<p>۱۶</p>	<p>۳۱</p>
<p>۱۷</p>	<p>۳۲</p>
<p>۱۸</p>	<p>۳۳</p>
<p>۱۹</p>	<p>۳۴</p>
<p>۲۰</p>	<p>۳۵</p>
<p>۲۱</p>	<p>۳۶</p>
<p>۲۲</p>	<p>۳۷</p>
<p>۲۳</p>	<p>۳۸</p>
<p>۲۴</p>	<p>۳۹</p>
<p>۲۵</p>	<p>۴۰</p>

شروع و خنکلانا میرزا جو مری بصیرت کا حسن بھی ہے خاصی بھی  
ثانوی کی بنیا میں ہے اسی کی پروردہ وضع خود کلامی بھی  
ثیکیوں سے کیا اصل جاؤ ان کو دریا میرا بٹھا کے پھیکلائیں  
دہن دل وجہ کا بن گئی ہے اک دھبہ اپنی نیک ناتی بھی

اقدار ذاتی کے بت ترا شے چلتے ہیں اور پوچھ جانتے ہیں  
شہریہ منجم کا ایک آذستان ہے مجلس عروجی بھی  
سوئے اور چاندی کی پاؤں میں یہیں زخمیں تجزیل پڑتے  
لارت تن آسانی ایکھبری نہیں کیں یہ سبک نہ رامی بھی  
ہر بے زبانوں پر بندشیں خیالوں پر تین قصیروں پر  
بھر بھی ہم سمجھتے ہیں، اک غلطیم تصب ہے، وقت کی غلامی بھی  
لازمیہ ساغریہ، دھوال دوا سے یار ڈیں آگ پی ماڑ  
کب سے فاک برسر ہے داشِ بصیرت کا شعلہ گرامی بھی  
روح نہر آلو دہ، نہن کریب آلو دہ، فن نہ کش آلو دہ  
دیکھ! قلزم خون میں کیسے غسل دیتی ہے، شہرتِ دوائی بھی

### کیف تو کافوی

ہم سفر راہِ دفا، زادِ سفر مانگے ہے  
دل بیتابِ محبت کی نظر مانگے ہے  
زندگی ایک نئی فکر و نظر مانگے ہے  
عشق پھر سوزیقیں دیدہ تر مانگے ہے  
باعیاں آپ ہی جب برق دشرا مانگے ہے  
زندگی اک نئی تابندہ سحر مانگے ہے  
کیف پھر تازہ کر دسم شہیدان وفا  
تحنستہ دار تمہارا ہی تو سر مانگے ہے

**اصلاح الرسم** مسلمانوں میں جو فضول و رسیں راجح مولانا امیر شرف علیؒ کی مشہور کتاب قیمت مجلہ تین روپیے۔

**مکمل لغات القرآن** [لغی و اصطلاحی تحقیق پر] قرآن کے تمام ہی الفاظ کی علمائے سلف و خلف نے اب تک جو لکھا ہے اسکی روشنی میں بڑی عرق ریزی سے تیار کی ہوئی یہ فرع الشان کتاب اپنے موضوع پر جوست آخر کار درجہ رُطْتی ہے ہر فاظ کی تعریج میں وہ سب تجھے جمع کر دیا گیا ہے جس سے زیادہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لکھائی چھپائی کا غذ سب معياری ہر جلد کے الفاظ کی مفصل فہرست ہم رشتہ۔

جلد اول

جلد دوم

جلد سوم

جلد چہارم

جلد پنجم

بیرونی روایت غیر جلد  
ستادون روپے پچاس پیسےچھ جلدوں میں جلد  
اکھڑوپے پچاس پیسے

**رحمۃ اللعابین** [منصوریوری کی مشہور زمانہ کتاب]  
معركة الازاء بجمیع کی ہے تحقیقی مستند اور لا جواب  
ضمایمیں سے بالا مال۔ بعد کے سارے ہی ستر ہزاروں  
نے اسے ایک نقہ مأخذ کی حیثیت تو سے پناہ ہٹا بنا لیا ہے  
اس کا درج ورق مفید مطالب کا جنینہ ہے۔ تین  
جلدوں میں مکمل۔ کا غذ سفر۔ ثابت و طباعت روشن  
قیمت چھتیس روپیے۔

**قرآن حکم** آیات کے تفسیر ایک علمی دلچسپی تحریک  
قیمت مجلہ تین روپیے۔

**تقاریر امام غزالی** قیمت مجلہ تین روپیے

**معارف الحدیث** [نتیجہ حدیث نبوی اور درجہ  
و شرح کے ساتھ۔ مکمل غیر مجلہ آمیات روپیے

حصہ اول۔ آنکھ روپے پچاس پیسے۔

حصہ دوم۔ دس روپے۔

حصہ سوم۔ بارہ روپے پچاس پیسے۔

حصہ چہارم۔ چور روپے۔

حصہ پنجم۔ گیارہ روپے۔

**اسلام کیا ہے؟** [بین ہیں اسلام کا فصلیٰ تعارف اس

اندازیں کیا گا ہے کہ یہ ستعاد کا ارجی اس سے فائدہ  
اٹھا سکتا ہے۔ قیمت مجلہ۔ ساٹھیں روپے۔

**نفس مناظرہ** اتناب جو عقائد اہل سنت کی محنت

اور عقائد شیعیہ کے سبق و ضعف کو روشن دلائیں کے ذریعہ  
ذہنوں ہیں اتارتی ہے۔ طرزِ حریسلس اور دھپ اور  
لب و ہجر شایان ثان۔ استدلال علمی طریقہ ہم۔ جلد اول  
خلافت و امامت اور قصہ قرخاس کی بخوبی پر مشتمل۔

قیمت۔ سات روپے۔

جلد دوم۔ فدک مسعة النصارا و رغوث پاکتے متعلق

قیمت مجلہ۔ چھ روپے۔ مکمل تیرہ روپے۔

دقابی دید کتاب سے، شائعین خانہ اتحادیں)

**اسلام کا نظارہ امن** [اسلام کی پاکیزہ تربیتیں اصطلاح

دنخواں نے بد امنی، نتفہ انگریزی، خون آشامی اور انتقام

پسندی کے والزمات اسلام کے خلاف گھرے ہیں ان کا

سلی بخش جواب قرآن و محدث اور داعيات کی ردشی

میں۔ قیمت مجلہ۔ بارہ روپے۔

مکتبہ شبلی۔ (لوہنڈ (یونی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دنیا جس طرف چا رہی ہو ہم بھی اسی طرف  
جائیں ہمارا کام یہ ہے کہ اگر دریا غلط راستہ کی طرف  
بھی رہا ہو تو ہم اس کا رُخ  
پلٹ دیں یا اسکو اس کا رُخ پلٹ  
نہ سکیں تو اس کی زد کے خلاف  
چل کر اپنے ہاتھ پیاؤں توڑ لینا اور  
اس کے تھنڈوں میں اگر ڈوب جانا  
اس سے بہتر ہے کہ ہم اس کے  
سائھے بیٹتے ہوئے اپنی منزل سے دور  
ہوئے چلے جائیں ۔

(مولانا سید ابراء علی مورڈی)

**تزریکت نفس** اتنے کیہے کی اصل، اس کے علمی و عملی اقسام،  
ضورات ہر اس شخص کے لئے رہنما جو اپنے نفس کا تزریکت  
چاہتا ہے۔ قیمت — آٹھ روپے۔

**سوپرے ادھی** اجسام کے نام سے ظاہر ہے یہ کتاب  
تعارف کرتی ہے۔ دلچسپ اور معلومات سے پُر۔  
قیمت — چھ روپے۔

**طوفان ساحل نک** ساقی یہ لوٹھ سل در موڑہ  
کتاب جب ہیں انھوں نے تفصیل سے اپنے اسلام لانے  
کی دلستان لکھی ہے۔ آدمی بے حد ہیں اور صاحب علم  
ہیں اس لئے دلستان کے ذمہ میں بے شمار علمی معاشری  
اور اخلاقی مسائل پر نہایت دلنشیں اور زیمان افسروز  
لکھنگو کرتے گئے ہیں۔ قیمت مجلد۔ سات روپے۔

**آپ حج کیے کریں؟** مولانا منظور نعماں کی معروف  
کتاب قیمت۔ سریزی  
**الفاروق عکسی** خلیفہ شافعی حضرت عمر فاروق علی  
سیرت پر علامہ مشبلی غنی احمدی شہزادہ

آنفاق تابع جو حضرت عمر فاروق علی کے عادات و خصائص  
علمی کمالات، سوانح اور ان کے ہمدرد کے تسامم ملکی، مالی  
اور فوجی انتظامات اور ان کے مجتہدا نہ کارناموں کو  
شرح و سبط کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ مجلد دش روپے۔  
تذکرہ حضرت امام غزالی

کامیاب نامی نسایاں حیثیت  
رکھتا ہے۔ آپ کے حالات و سوانح۔ مجلد۔ دھماں روپے۔

مکتبہ تخلی دیوبند (بی۔ پی)

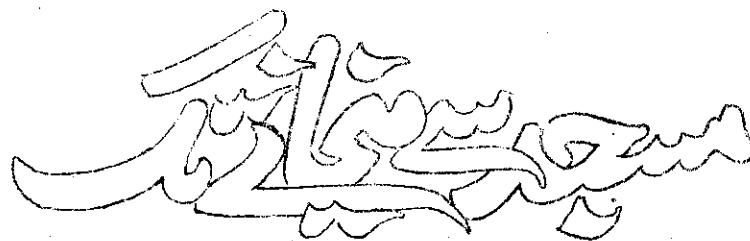
**میں گواہی دیتا ہوں** روس کے جہری مختکمپوں  
اور قیدی فانوں کی حیثیت  
تاک اور لرزہ خیزہ دلستان ایک ایسے ادبی کے فلم سے جو خود  
ایک قیدی کی حیثیت سے مدت تک اس پر اسرار اور  
ظالمانہ جگہ بند کاشکار رہا۔ ۲۰۵ صفحات۔ چار روپے۔  
**چین میں اسلام کا ہمنی اور حال** معلومات میں تکمیل  
اضافہ کرے گی۔ قیمت۔ چالیس روپے۔

**سوئٹ سفارت خانہ میں** ابریماں متعین ایک  
تجربات۔ دستاویزی اور واقعاتی حکائی سے لہرنا۔  
قیمت — دو روپے۔

**مازیخ دعوت و عزیمت مکمل حصہ** مولانا علی میاں  
نروی کی  
دہ تالیف جسے تمام دنیا میں بہت پہنچ کیا گیا ہے۔  
یہ ہمارے اُن اسلاف کے کارناموں سے روشناس کرائی  
ہے جو اپنے انداز میں دین کی خدمت کا خوب خوب حق ادا  
کر گئے ہیں۔ قیمت مکمل و مجلد ۳۴ روپے۔

**حضرت عبداللہ بن سعود اور انکی قصہ** ایمیلی برادر ایک  
جامع اور عمدہ کتاب جو حضرت عبداللہ بن سعود پر کامی  
گئی سوانح اور حالات۔ قیمت غیر مجلد۔ آٹھ روپے ۵ روپے۔  
**مسند امام اعظم** اور احادیث رسول ﷺ میں کتنا گھبرا  
اور بنیادی مربط ہے ۵۲۲ احادیث کا ذخیرہ فتحی ترتیب  
پر جمع کیا گیا ہے جس سے ہر خاص و عام کو مطلوب سلسلہ دیکھنے  
میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا علی میاں  
نعمانی کا لابواب مقدمہ بھجو۔ اسے اور قاری احمد کے فلم سے  
امام ابی حنفیہ کے حالات، بھی ایک کالم میں عربی مع اعرب اور  
دوسرے کالم میں اور د ترجمہ۔ قیمت مجلد۔ سول روپے۔

نہال اُنہاں (الخواص)



ہر بیکس اپنے مصلح جو جلی۔ اور اس کے پرہیز برائی سیٹ پر جو صاحب تشریف رکھتے تھے، وہ کبھی کوئی شریف، آدمی انسان معلوم ہوتے تھے۔ دوسرے ہی بڑے میٹھوں کے سبھے ہزار لگے۔ پھر سے بڑا ہی میٹھی میٹھی دوسری بیار بیٹ الار باب بہ تو چھٹے ہر سے بد معاشر عالم ہیں۔ کہیں نجات کے حوالے یہ عذات بے فرشتے انہیں۔  
کہیں قصہ ہے۔ کون ہے۔ ”ڈراموڑی سخ د تند آؤ از بند یو یو۔“ اسی کے ساتھ دوسرا صاحب دروازہ ٹھوک کر باہر نکلے اور میری طرف پڑھے۔ اب سراپا دیکھ رہا اور بھی یقین ہو گیا کہ ملا پیارے بڑے پھٹے ان کے لوانا تم پر شکاری مٹا پک کلاباس تھا اور جسے سے لفٹنے پن کا اعلان باہر ہو رہا تھا۔ میں اپنی کھاڑی سے ٹھیک لگاتے کھڑا اول ہی میں لا جوں کی گردان کرنے لگا۔

”کیا بات ہے۔ کون یہ تم۔“ کھاڑی پرہیز پسخروک رکھی ہے۔ ”الحمد لله۔“ قریب پڑھا کیا۔ ”لے کے میں سماں تو ہیں۔“

انتہے میں کسی کھاڑی کی بلکی سی گڑا گڑا سیٹ بنانا ہے میرے کان کھڑے ہوتے۔ نظریں آزاد کی سمت اٹھ گئیں۔ اور کر دو عبارتی اور طبیں کسی کھاڑی کا دعندلا سا ڈھانچہ نظر آیا۔ پھر وہ تربہ ہوتا گیا۔ میری ہی طرح کسی اور نئی بھی بیج مرٹا کیسے کھٹک تر کھاڑی اسی بھی بھر ک پر لاتار دی بھی۔ سرطک اتنی تنگ تھی کہ دوسری کھاڑی میری اجل درسیدہ ہو تو کے برا پر سے ہو کر نہیں گذر سکتی تھی اسے لازماً کھستی میں اندر کر گزرنا پڑتا۔ اب گویا تدریہ ہی اسے رکنا پڑے جا اور مجھ ستم زیادہ کے لئے نجات کی کوئی صورت پیدا ہو سکے۔ وہ نیلے رنگ کی عمر سیدہ کھاڑی ثابت ہوئی جس کا پورا ڈھانچہ اب صاف نظر آ رہا تھا۔

کھرچن دہی شانے بعد وہ میری کھاڑی کے نیچے اکر رک بھی۔ میں نے دیکھا ڈرائیور نگ سیٹ پر ایک بہت بھا مکر دھمکت والا غنڈا شکر کا ابھی اشرافت رکھتا۔ بڑی بڑی موجھیں۔ جیرے کی پڑیاں آپری

نہیں تھا کہ تو قوت گویاں سمیت ساری ہی قوتیں کو ٹکھوڑی کے وسط میں مرکوز کر کے میں ایک کروٹمیں فی منٹ کے حساب سے سوچ رہا تھا کہ اب کرنا کیا چاہیے۔ بے سوچ سمجھے زبان سے کچھ بک دیا تو پختانے کی فرصت بھی نایدی ہی بیٹھے "ج جناب۔۔۔ بڑی مصیبت ہے" میں نے ڈری سہمی آوازیں ہو گئیں کہا اور ساتھ ہی فوجی پیشائی کی انگلیوں سے اس طرح دبایا جیسے بہت درد ہو رہا ہے۔ "خود اور۔۔۔ ٹھیک ٹھیک ستاؤ تم کوں چیز ہو۔۔۔ یہ عورت کیسی لئے پھر رہے ہو۔۔۔ پھر وہ سمجھی کیوں ہے۔۔۔ یہاں دیرانے میں۔۔۔ ہاتھیں اوپر ہو یہ تو تم نے عورت کے کیڑے بھی پھاڑ رکھے ہیں۔۔۔ شاباش پنچھے ہوئے مولوی معلوم ہوتے ہیو۔۔۔ ڈرائیور نے کریمہ قسم کا قیچہ ہوا رکھا۔۔۔ دوسرا صاحب بھی ہنسے۔۔۔ میں اس طرح کراما جیسے شریدی تکلیف محسوس کر رہا ہیوں۔۔۔ میں بھی ڈھیلہ چھوڑ دیا تھا جیسے گاڑی سے ٹیک رکا کہ طھڑا رہنا ہی شکل ہو رہا ہو۔۔۔

"بھائی صاحب۔۔۔ میری اس لمحے پہلے۔۔۔ رائے قائم کرنے میں جلدی مت چیزیں۔۔۔" میری آواز فرط ضعف سے لرزدی ہی تھی۔۔۔ "بکو بھی کچھ ڈرائیور بولا" بات تو ہم پوری طرح سمجھتے ہیں۔۔۔

"ہاتھیں۔۔۔ آپ کیسے سمجھ گئے ہیں کیا آپ جادوگر ہیں۔۔۔ میں نے کسی پیدا نکشی احتج کے اندازیں منہ پھاڑ کر کہا۔۔۔"

"ہم رحمت کے فرشتے ہیں ملا جی۔۔۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم اس عورت کو کہیں سے بھاگا کر لاء رہے ہو۔۔۔ اس پر تم نے دست درازی بھجا کیا ہے۔۔۔ تیار ہو جاؤ جیل جانے کے لئے۔۔۔ تھیں یہاں سے سیدھے تھانے میں پہنچا کر ہم کچھ اور کریں گے۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ قسم قرآن کی۔۔۔" میں کھلکھل کر نظر میں ادھورا چھوڑ دیا جیسے تھانے کا نام سن کر ہی روح فنا ہوئی ہو۔۔۔ اب ان دونوں نے سراور آنکھوں کے اشاروں سے

کئی سوالات کردا ہے اور اب طراں تو بھی نکے اتر آتا ہے وہ کافی ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔۔۔ مجھ سے ڈیل ٹھا ہو چکا پاس آگر اس نے بھی انگلی آوازیں بھی دھرا یا۔۔۔ "کیا بات ہے" خبیرت کے تینوں ایسے لفڑی جیسے پھارٹ کھائے گا۔

میری ٹکھوڑی ایک لاکھ چلنی سکنڈ کے حساب سے گردش کر رہی تھی۔۔۔ وہ بلاشبہ خطرناک لوگ تھے۔۔۔ میں تنہا ہوتا تو شویش کی بات نہیں بھی کیونکہ داڑھی والوں کو ہر قوم مولوی صاحب یا حافظ جی بھتی ہے اور شاعر نے تو کہا ہے ہے۔۔۔

جا چھوڑ دیا حافظ نے آن سمجھ کر مکرمہ نجاشیہ کی زندہ لاش اس وقت میرے لئے مصیبت نامہ ثابت ہوئی تھی۔۔۔ یعنی غالب کی بشارت کے مطابق۔۔۔

مری تعیر میں سفر تھی اک صورت خرابی کی وہ دُنہ ہوتے فقط ایک ہوتا تو مکان تھا کہ سفر و در پڑنے پر میر، مااضی کی یادوں کا سہارا لے کر یا علی یا اعلیٰ کہتا ہو اپنے ہی پڑتا مکر سحالیت موجودہ ایسا کہتے کہ مطلب ہو گا کہ شاذ امر وقت۔۔۔ اور مررت کے بعد بھی حوصلہ دہی نکلے گا جو بغیر وقت کے نکلنے والا ہے۔۔۔

"اے مولوی صاحب۔۔۔ گونجے ہو کیا؟" ڈرائیور حار حار نہ اندازیں لکھا۔۔۔ پھر اسکی سماں میری گاڑی کی بچپنی طھڑی کی سے گزر کر منجمشید تک پہنچ ہی تھی۔۔۔

"ہاتھی۔۔۔ عورت۔۔۔" وہ جیسے اچھل پڑا۔۔۔ دوسرا صاحب بھی دو قدم آگے بڑھ کر موصوفہ خبیرت کا دیدا کر رہی ہی لیا۔۔۔ اور پھر انہیں تحریر اور بسم کا تبادلہ ہوا۔۔۔ ڈرائیور کی بچو جیسی آنکھوں میں لی جیسی چمک پیدا ہو گئی تھی۔۔۔

"اے۔۔۔ یہ سب کیا ہے" ڈرائیور غرا یا۔۔۔ میں ابھی تک ایک لفڑی بھی نہیں بولا تھا۔۔۔ بلاں

"اب یہ تو مس صاحبہ ہی بتائیں گی۔ وہی اسے پڑا قی ہیں۔ خدا کے لئے معاف کیجئے صاحبہ سے اب کھڑا نہیں رہا جاتا۔" یہ کہتے ہوئے میں زمین پر چھکتا تھا۔ "کیا آنٹی کو تم مس صاحبہ بھی کہتے ہو۔" دستے صاحب سکرا تھے ہوتے ہو لے ۔

"تو یہ جواب۔ آنٹی تو مسز فریدون ہیں۔ جی ہاں میرے انکل کا نام اے۔ اور فریدون ہے۔ چیلی کے تیل کا ندنس کرتے ہیں۔ ولایت نک جاتا ہے ان کا تسل۔ کیا ہر کار ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ۔"

"پاگل آدمی۔ مس صاحبہ تم نے کسے کہا۔" "صاحب دی ہی تو چلا رہی تھیں گاڑی۔ جی ہاں آنٹی کی چھوٹی بہن ہیں۔ آہ۔ غبیث نے لکھنی زور سے مارا ہے۔" میں نے کہا ہوتے ہوئے ایک ہاتھ ستر اور دوسرا ہاتھ سے کمر دیا۔

"ملکی بخوار ادیغ خراب ہے، کیا۔" درا یور جتنا چھا۔ آدمیوں کی طرح ٹھیک ٹھیک بتا دو سارا قہمہ ورنہ ایک ہی گھوٹے میں چیلتی بن جاؤ گے۔"

میں نے خوف زدہ ہو جانے کا مظاہرہ کیا پھر ہمی ہوتی آواز میں بوالا ۔

"بھائی صاحب اپنی تو خود ہی جان نکلی جاوی ہے۔ خدا کے لئے گھوٹے کا نام نہ کیجئے۔" میں کراہ کر رہے سے لیٹا ہو گیا۔ آنٹی زمین پر لکھا کسر سنتھیلی پر جمالیا۔ "پتا نہیں کردہ پھٹک گیا ہے یا کیا ہر گیا ہے۔ بیٹھا بھی نہیں جا رہا ہے۔"

"بانکل ہی الو کا پھما معلوم ہوتا ہے۔" درا یور اپنے ساقی سے کہا پھر میرے قریب ہی الکڑوں پر بھکر جیسے ایک بڑا سا چاقونکا لئے ہوئے ہو لے ۔

"کیوں اس بہت ہو چکی۔ سیدھی طبع بتا قہم کوں ہو۔ اپنی آنٹی کو کہاں سے لارہتے تھے۔ یہ کیوں بے ہوش ہیں۔ کوئی مس صاحبہ گاڑی چلا رہی تھی۔"

میں نے ہونٹ پھینکتے ہوئے قہوک نکلا اور دوسرا

کچھنا گفہ قسم کی گفتگو کی پھر ڈرائیور نے میری گاڑی کا پچھلا دروازہ جھٹکے سے کھولا۔

"بہت بہت شکریہ صاحب۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ اب خدا کا شکر ہے کھڑا پہنچ جاتیں گے۔ آپ آنٹی کو اپنی گاڑی میں ڈال لیجئے۔ مجھے بھی دہیں گھسا لیجئے گا۔"

"بھولو شاہ مطہن رہو۔ تھیں ہم اپنی گاڑی میں بھی گھسالیں گے اور چیزیں سے دودھ بھی لایاں گے۔" یہ ڈرائیور کا جواب تھا۔ پھر دونوں نے منیر جمشید کو دشادوشی کر کے گاڑی سے باہر نکلا۔ وہ اب تک میں پوش پی تھیں۔ انھیں اپنی گاڑی کی چھلی سیٹ پر منتقل کرنے کے بعد ڈرائیور میری طرف آیا۔

"دیکھو مولوی صاحب۔ پہلے ہم پاس والے قصہ مکر کا حلیں گے۔ وہاں بہت بڑا سرکاری ہسپتال ہے۔ وہاں تھمارے آنٹی کو دا لظر صاحب داد دے کر پہلوں میں لا تینیں گے پھر تم دونوں کو تھمارے گھر پہنچا دیں گے۔"

"مولا علی آپ کو دین دنیا کی نعمتیں عطا فرمائیں۔" میں خود اس پر شیائی میں تھا کہ آنٹی بے ہوش گھرتا تھیں تو انکل کا ہارٹ فیل ہو چکا ہے۔ وہ آپ کی دعا سے آنٹی کو بہت پیار کرتے ہیں۔ یہ سب میں روائی کے ساتھ کہتا گیا۔ اسکے لیے میں نقاہت کا اضافہ کرتا گیا اور حمانت تو اس وقت فیرے چھرے سے موسلا دھار برس رہی ہو گئی۔

"پھر تم ایسا کرو۔ ہم اپنی گاڑی موڑتے ہیں تو تم بھی اپنی ہوڑلے اور ہماری گاڑی کے آگے چلو۔" درا یور نے آرڈر نامہ شورہ دیا۔

"اے۔" کیا آپ ابھی ہمیں سمجھے کہ ہماری گاڑی تو سرکتی ہی نہیں اسی لئے تو ہاں ہر کی کھڑی ہے۔" میں لہرایا۔

"کیا ہو لا سے۔"

زیرینیہ کھانگئی ذرا جلدی سے بتا دو۔“

”اپ کی کارکی سامنے آئے سے دو منٹ پہلے وہ  
تمینہ سے کاندھ پر لا کر دیا گیا ہے۔“ میں نے  
اسی کھنڈر سماں کاں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا جبکہ فلکش  
اچھی پہلے دیر قبل کر آیا تھا۔ پہلے تو وہ سختی رہی تھی مگر معلوم  
ہوا ہے اس سور کے بچے کے پاس کوئی عمل دل ایسا ہے  
کہ کھاک سے بیہوش کر دیتا ہے۔ انٹی کبے ہوش کیا  
تھی تھا۔ لقیناً ازینہ کو بھی بے بہوش کر دیا ہو گا کھنڈر  
تک پہنچنے کا اس کی سختی میں بند ہو گئی تھیں۔ اب بھی  
دیکھ کر بیٹھا رہا ہے۔“

ڈر اندر رجھنے کے ساتھ بھڑا ہو گیا۔ اس کا ساتھی  
بھی سبب گھسنے کی رہا تھا۔ اس کے بھی چہرے پر مخفی خیز  
علمایات، اختریں۔ دلوں نے لکھر دیں ہی انظروں میں پچھے  
ٹکوٹ کی۔ پیر دنعتاً اولماں۔

بھائی صاحبو۔ بچھے تو اٹھا کے اپنی کاموں ہی میں  
ڈال دو۔ بچھے سے خود اٹھا نہیں جا سکتے ہیں۔  
”تم آرام سے بڑے رہو۔ تم تمہاری ذریثہ کو  
لاستھن۔“

”اگر ایسا ہو جائے تو واقعی آپ لوگوں کے گھر تک  
فرشتے ہیں۔ تمام عمر پر دھوندھوکر ہیوں گا۔ لگروہ مددور  
کا، بچہ بڑا طاقت ور معلوم ہے، رہا تھا۔ لوہے کا ڈنڈا بھی  
اس کے ہاتھ میں سٹے۔ کیا خیر جھرا بھی ہے؟“

”شہر نکل رہت کرو۔ اکیلا ہی تو تھا نا؟“  
 ”بھائی صاحب اگر دو ہوتے تو دوسرا اٹھی کو  
 بھی اٹھا کر لے جاتا۔ آپ نہیں بنا ستھے لفڑی گیرت چیز  
 ہوتے ہیں۔ میں نے کتنی بار مس زرینہ کو بھاگا کر خالدی  
 مرت چلایا تھا۔ میں تو رہی خطرناک کام پر بھرت گئیما  
 ہوں۔ کیا پتا کب گول کھیرا علطہ ہووم جاتے اور۔۔۔ آہ  
 اعلیٰ۔۔۔“

کو ایشان کرنا ہے میں اپنی بھائی دیواری پر کھینچ دیا۔ آنکھوں بھی بظاہر

لما کھکھ کر جیندرا دیستے ہوئے چھڑائی ہوتی آوازیں اہم۔ ”خدا کے لئے چھڑا جیپ میں رکھ لیجئے۔ دیکھئے ہم توگ رجھی گئے تھے۔ جہزاد نیا میں کوئی نہیں لیں آ سکتی ہیں۔ ان کی پچھوٹ بہن س زرینہ نیچھے بہت اچھی لٹکی ہیں۔ بے حد حسین ہیں۔ وہی چلانی ہیں نیٹر۔ لوٹتے میں انھوں نے کہا کہ یہ راستہ عالمی شہر رہ جاتا ہے۔ لب اسی طرف چکا ہی میوڑلی۔ درج گھار طری کا پتھریہ گٹھا ہے میں اپنے یکھ رہئے تو اس مرد دل کا ٹھہرے پتا نہیں کیا چار سو بیس کی کہ گھار طری ٹھیک ہو کر رہ گئی۔“

اتنا کہ کریں نے ہونٹوں پر اچھا طرح زبان پھیری  
جیسے بہت خلکی اور صرف محسوس کر دیا ہو۔ میری  
آواز بھی رخشد و رخشد دی جا رہی تھی۔

”بھیوڑا بھکر قم جب ہلتے۔ تو ایک دن بھارا  
”بھیوڑا بھکر قم سے تو لنسا بھی مشکل ہوا۔

تھا طمی جب بٹھ پڑی تو مس از ریہ نے اپنے کرکوٹ  
کے منہ کی طرف چلیں کہ اجنب دیکھیں مگر اتنے ہی میں سامنے  
سے ایک چومن سا آدمی آ دھرم کا۔ بہت ہی لفڑنگا تھا ساروں  
کا بچہ۔ مس از ریہ کو کچھ کچھ کہتا تھا۔ جھنے غصہ آیا تو  
اسے ڈانٹ دیا۔ پھر تو مس بودنے پر میرے لوہے کا ڈنڈا  
اسید کر دیا۔ یہ ماٹھ پر اسی کی چوڑتھی۔ کوکھ میں  
بھی مارا تھا مرام زادتے تھے۔ اُسی گواری پر اس کرسر  
اس سے بھرنا چاہتی تھیں کہ ان پر بھی اس نے ھونے  
برسادیئے۔ گواری کے اندر دھنکا دے دیا بہت شکر  
ختاماً ان کے کھرے اسی دھنکا مشتی میں کھڑے ہیں۔ پھر  
کمیز نہ جانے کیسا تھا نہ اسماز کہ بے چاری بے ہوش

لکھوں میں وہ نظر ہے؟ ”ڈر ایمپر آنکھیں بکال  
کر بولا۔

”آہ۔ یاں میں تو شاید مردی جاؤ نہیں  
بھائی صاحب۔ یا مولانا مشکل کشا۔“  
”اے چہرہ اونٹیں۔ تھمھیں بھی دلکش ہو دکھلوا پیر گے۔“

آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پھر بھی گردن نکالے بغیر  
مخفی مخہ میں اتنا تو کہہ ہو دیا۔ ”اب اے شریف  
لوگوں تھے اپنے ستاروں کو شہر میں لٹا کر چالا۔“  
گھاڑی تقریباً ایک فرلانگ آپسے بڑھ چکی  
بیوگی جب ان دونوں گھیں نے بکٹھ بھائیتے ہوئے  
دیکھا وہ ٹھیکنے کو پھیلا لئے میری ہی سمت دوڑ  
رہے تھے۔ زبان پر گالیاں بھی رہی ہوں گی لیکن  
اب میں بڑے اطمینان سے تھیں میں پڑھی ہوئی  
ایک نظم کے شعر لکھنا رہا تھا۔

ریل ہوں برق ہوں چھلادا ہوں

بلکہ میں ریل کا بھی بادا ہوں

گرد کو میری باد پا نہ لے

لا کھ دوڑ و مرزا پستانہ لے

گھاڑی پر اپنی سہی مگر تھی تصورست۔ کچھے  
میں بھی تنسیں میں کی رفتار تو دے ہی گئی۔ چند ہی  
منٹ بعد تھا ڈکٹر اختم ہو گیا۔ اب تو رفتار کا کیا کہنا  
ایک خاتم اعظم کی طرح میں ہوا۔ سے باتیں کمر رہا تھا۔  
”ہے۔ اسے میں کہاں ہوں۔“ اچانک

پشت سے لکھا تھا آواز آئی۔ میں نے تمباکے  
سے ٹکردا یکھاں نہ جشید لیٹے سے بیٹھے ہو گئی تھیں۔  
چھرہ لٹکا ہوا تھا۔ زیاد تفصیل مرتل الد کامو قصرہ تھا  
منٹ کے ہی کی طرف دیکھتے ہوئے عرض کیا۔

”آپ گاڑی میں ہیں اور گاڑی کی سرٹک پر  
چل رہی ہے۔ میں چکے لیٹ جاتے۔“  
”نہیں۔ میں یہ کون سی گاڑی ہے۔“

”ارے یہ۔ یہ۔“  
”بس محترم۔“ مفتریب ہم ٹھہر پہنچے ہی ولے  
ہیں۔“

”مگر یہ سرے کپڑے بروک۔ ادکو گاڑی۔  
مجھے بتاؤ یہ تم نے کیا کیا ہے۔“  
”میں نے کیا کیا ہے۔“ کچھ دماغ خراب ہوا۔

بند ہی کر لیں۔ یہ الگ بات ہے کہ باریک سی رنج  
باتی رہنے دی ہو۔ میں گویا فرط نقاہت سے بھروسہ  
ہو جانے کی رسائی کرو یا تھا۔

”چلو بڑی طرف بھی اپنی آٹھی کے پاس گیا۔“  
دراءں بورے استھرا کے انداز میں اپنے سا تھی سے  
کہا ”بالکل ہی عقل سے پیدا معلوم ہوتا ہے۔ آج  
پیارے اپنے ستائے شاندار ہیں۔ پکے پکائے پھل  
بھتوی میں گزرے ہیں۔“

”کہیں اپنا تو نہیں اپنا ساگر ہی ہو۔ اسے آج  
اسی طرف سے نکالا جانا تھا۔“

”چلو دیکھی ہی لیں گے۔“

وہ تیز قدموں سے کٹنے نہی کی طرف بڑھ۔ گئے۔  
میں سانس روکے ادھ مخلی آنکھوں سے اخہیں دی۔  
ہرستے دیکھ رہا تھا۔ ٹھنڈر کے قریب پہنچ کر وہ رکے۔  
شانہ پر چھوٹسوہ کہ رہے تھے چھر غلبائیہ طے تیا کہ ایک  
سائنس سے اور دوسرا عمارت کی پشت سے داخل ہو  
چنانچہ ڈرائیور داہنی سمت چل کر عمارت کے ٹوٹ پر  
غائب ہو گیا اور چند ہی منٹ بعد ایک سیڈی کی آواز  
بلند ہوئی جس کے قرآن بعد سائنس والا عمارت میں ہوا  
چلا گیا۔

اب میں اس طرح اچھلا جیسے زمین میں دفعتہ  
اس پرنگ پیدا ہو گیا ہو منز جمشید کو تو وہ لوگ خود  
ہی اپنی گاڑی میں ڈال کر میری راہ آسان کر گئے  
لکھ۔ آجھیں کہ اس گاڑی کی ڈرائیونگ سیڈ پر بیٹھنے  
اور اسخن ٹھو لئے میں مشکل سے آدمان منٹ صرف ہوا۔  
پھر آدمان منٹ بیچھے سر کا کرھتے ہیں آتا رہنے میں  
خروج ہوا۔ دوسرا منٹ وہ ترخ موڑ کر میری راہ  
گاڑی کے آسے سرٹک پر آئی اور اسی وقت ڈرائیونگ  
کا ہیوں لکھنڈر کے برآمدے میں نظر آیا۔

”جی تو چاہا گھر کی سی گردی نکال کر ہوں۔“  
”پیارے بھائی اسلامیکم۔“ مگر فاصلہ اتنا تھا کہ

وہ شاید مانع پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

”آپ تو بے ہوش ہو گئیں اور دوغنڈوں نے میں گھیر لیا۔ لمبی داستان ہے۔ پلیز۔ میں پھر عرض کروں گا۔“ غایبات میں تک پہنچتے ہیں تھے مجھے سینہ آگا۔ ڈر یہ تھا کہ الگ اس پا گل عورت نے پہنچا۔ وہی بوسنے میں گل دی تو کیا ہو گا۔ پر آمدے میں زو بی نظر آئی۔ میں گاڑی سے کو دکر اس تک پہنچا۔

”سینہ صاحب تکہاں ہیں؟“ میری آواز کا پر رہی تھی۔ تیچھے تیچھے سر جشید بھی بڑھا گئیں۔

زو بی نے پہلے تو متاخر اندر میں تیچھے اور انھیں دیکھا پھر گاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”یہ کس کی گاڑی ہے۔“

”تمی کہانی ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ سینہ اندر ہیں یا نہیں؟“

”وہ تو نہیں ہیں۔ آپ۔ اے پر کپڑے۔“ زو بی سر جشید کی طرف دیکھتے ہوئے بڑھ رہا۔ سر جشید دھپ سے ایک کرسی پر بیٹھ گئیں پھر کھونتے کمر اہمیت پولیں۔

”اسی سینیطان سے پوچھو۔ تیچھے کچھ نہیں معلوم۔“

میں نے جلدی جلدی سارے یہ کہانی زو بی کو سنادا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ ناگواری تھی۔ جھلکا ہڑٹ تھی۔ آخر کار اس نے سر جشید کی طرف ایسی نظر وہیں سے دیکھا جائیے میرے بیان کی تصدیق یا تکذیب چاہتی ہو۔ وہ منہل بورتے ہوئے پولیں۔

”تیچھے کچھ یاد نہیں۔ لیں اتنا یاد ہے کہ اچانک بے ہوش ہو گئی تھی۔ تھرا رے ہوں تھے اسی احمد نے۔“

”سر جشید۔ ایمان نہ لگتا۔“ ابھی گاڑی میں پر اعتراف کیا تھا کہ آئنے تیچھے دھنکا داتھا۔

”بھوٹ پر جھوٹ نہ بولو۔ میں تیکوں تی دھنکا۔“

میرے آگ ہی تو لگ گئی۔ ”پھر یہ سب نہیں۔ کس کی گاڑی ہے یہ۔“

”خدا کے لئے مکرمہ مظہر محترمہ چپ فرہنا انتہا۔ آپ کو نہیں معلوم کیا کچھ گزر گئی ہے۔ ہم موٹ کی ادی سستج کر آرے ہیں۔“

”لے تو قوت کسی اور کوہنا۔ ہم سینہ غایبت کی گاڑی میں رجولی جارے ہے تھے۔ الہم تم نے مجھے تیچھے سنکھا کر بے پوشش کر دیا۔ اب وہ گاڑی بھی نہیں۔“

میرے کپڑے بھی پھٹ پڑے ہیں۔“

میری گاڑی سے ایسا شعلہ بلند ہوا کہ جسے پر کیتے تھے اسی متحمل دی ہو۔ یہ شعلہ کھوٹپری میں جاگر گوئے کی طرح ناچا اور سارے یوں میں سنبھل دوڑ گئی۔ ہاتھ اسٹرینگ و ضیل پر کاپنے لئے۔ شہزاد سامنے ہی تھا۔ لیکن اس ناہنجار عورت نے اگر سب سے سامنے یہی بکو اس دہرا دی تو۔ تو۔

کھٹکا یہ بھی تھا کہ وہ دونوں مردوں کی سی طرح ہماری والی گاڑی کو ٹھیک کر کے کہیں تیچھے نہ آ رہے ہوں۔ آپکا اتو گئے دین دنیا سے۔

”سر جشید۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ آئنے تھے پر تھر بر ساتے تھے۔ اسی اچھل کو دیں آپ تے کپڑے تھے اور پھر آپ لے ہو شہو ہو گئی تھیں۔“

”کہاں کی ہانک رہے ہو۔ میں تم پر تھر کیوں بر ساتی۔ سچ سچ بتاؤ نہیں تو جیں میں سڑوا دو گی۔“

”اے کیا آپ کو یہ بھی یاد نہیں کر۔“ دیکھو میاں ملا۔ یہ گدھن کی باتیں تو مجھ سے کرو نہیں۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ قصہ کیا ہے۔“

”میری زبان سے آپ کے لئے مان کا لفڑا نکل گیا تھا آپ اس پر آپے سے باہر ہو گئی تھیں۔“

”گاڑ۔ اوہ ہاں یاد آیا۔ اے ہاں میں نے تھیں دھنکا دے دیا تھا۔ اس کے بعد۔ اسکے بعد۔“

گھر کاموس کے ساتھ جاؤ گی۔ ”

”اے میری والدہ کی بھی والدہ۔ یہ بات تو اپنے پہلے ہی معلوم تھی۔ یہیں اس کا تذکرہ جانے سے پچھے پہلے آیا تھا۔“

”بماں آیا تھا۔ لگر میں نے اسے اہمیت نہیں دی تھی۔ پھر تم نے مجھے اہمیت کا احساس دلایا۔“

”کیا کہا تھا انہوں نے۔“ زوہبی کہتی ہے اسی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں ہاتھ بھنوں پر جسمے ہوئے تھے۔ پھرہ سُخ ہو گیا تھا۔

”اب یاد نہیں پوری طرح۔ اس نے تمہارے حسن کا ذکر کر کے مجھے غیرت دلائی تھی۔“

”اے۔ اے آنٹی۔“ میں بلبلیا۔ ”خداء سے درو۔ یہ کہا بکواس ہے۔ اے تم میرا بیڑا عنقر کر کے رہو گئی کیا۔“

”نہیں اخھیں کہنے دو۔“ زوہبی بولی ”پھر کیا ہوا؟“

”اس سے میں نے کہا تھا گھاری لوٹا۔ اس نے جھوٹ پولا کہ بریک خراب ہو گئے ہیں۔“

”اپ غلط بیانی کر رہی ہیں۔ بریک خراب ہونے کا عذر میں نے اس وقت پیش کیا تھا جب اپ نے ہمارے اک فرنڈ یا تمہارے ملاڈی گریٹ گھاری روکو سیر کرنا ملتا۔ اور ہاں۔ آپے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم ہماری کھوپڑی پر سوار ہونا ملتا۔“

”سور۔ جھوٹا۔ میں نے یہ کہا تھا۔“

”قسم کھا سکتی ہیں کہ الحی سید پر آنے کی فرمائی آپے نہیں کی تھی۔“

”وہ تو درکی وجہ سے کی تھی۔ خراب بریک کی گھاری سے کون نہیں ڈرے گا۔“

اب محسوس ہو رہا تھا جسے میں بھی سارا ہیں اور مسٹر جمیش بھی سارا ہیں۔ وہ اپنایا نگ کانگ لا اسال بھنوں کر کھڑی بولی پر اتر آئی تھیں اور میں ندرہی اندر

”داہ جی دادا۔“

”یا رب المشرقین والمغاربین۔ اتحامہ ایمان سفید جھوٹ ہے۔ تسلیتیہ یہ گھاری کہاں سے آئی تھی۔ ہماری گھاری کہاں تھی۔“

”جھوڑو۔“ زوہبی اکٹائے ہوئے نجھے میں بولی تھی۔ یہ تھا کہ تم انہیں ان کے گھر ہی جھوڑ آتے۔ یہاں کیوں نہ چلے آئے۔“

”لگ صھوں کا سہ تاج جو ٹھیرا۔ اری خدا کی بندی مجھے کیا علم تھا کہ منزہ شید اور سلیم ساحب اتنی جلدی یہاں سے چلے گئے ہیں۔“ ہماری گھاری گھری بھی نظرے میں تھی۔“

”جنہم میں کی گھاری۔ چلئے آنٹی۔ میں آپ کے کپڑوں میں مانکے کھا دوں۔ یا پھر آپ میری سارے بھیں لیں۔ اور تو کوئی کپڑا شاید ہی آئے آتے۔“

”مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ چادر والا تھاں بھی گی۔ مٹھائی بھی غارت ہوئی۔ اب جادو بھی نہیں چڑھتی۔“ مسٹر جمیش کی یادداشت شاید واپس رہی تھی۔

”خداء کا شکر ہے آپ کو کچھ یاد تو آیا۔ اب آگے یاد کیجئے۔“

”فضیل بورہ مت کر دے۔“ زوہبی نے بزرگ امن لمحے میں بات کاٹ دی۔ ”تم ہرگز وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔ سچے ہو تو یہ لیں کو فون کرو۔ پوتیں کے سوا کوئی ہماری گھاری والیں لا سکے گا۔“

”میں ابھی لکرتا ہوں۔ مگر زوہبی۔“ میری بہت ہی اچھی زوہبی مسٹر جمیش نے اٹھا سیدھا بیان دیں کو دیدیا تو کیا ہو گا۔ قسم خدائے وحدۃ لا شریک تھی میں نے تھوڑی کہاں بیان نہیں کی۔“

”آنٹی۔ کیا واقعی آپ کو کچھ یاد نہیں؟“ زوہبی نے مسٹر جمیش کی طرف سوال بردازیں دیکھا۔ ”در اصل۔ در اصل اس نے مجھ سے کہا تھا

خدا اُن خوار کے چہرے پر اُگی ہوں۔ اتنے میں زوبی فرشت ایک کامیابی اٹھالا۔ بین ڈرچ کی شروعت ہیں تھی۔ بس ہر ہم کے پھاتے سے کام جل گیا۔ وہ تو ہمیں بھی رہی کہ اُو پی باندہ دوں مگر یہ فکنوں ہوتا ہاں مکر میں ہو چکر وہ بولی۔

”میں تم سے ایک خاص معاملہ میں بات کرنے آتا ہی تھی لیکن تم نے تو نیسا جھپڑا اکھ طاکر دیا۔ اب یہ نہیں تھی ذہن میں پہنچ ہو۔“

”کس کام کا معاملہ ہے؟“

”تھکری وقت کہوں گی۔“

”آجھی بات ہے۔ ویسے سیر اخراجی ہے کہ اُری کو یہیں کھڑی رہنے دو۔ سیدھے جب آئیں جس کے ایکیں قصہ بتاؤ بینا وہ انشاء اللہ رب تھیں کہ کیسے گے؟“

”جیسا تم مناسب سمجھو۔“

منز جشید ابھی شاید میک اپ میں صرف تھیں میں بھاگ ہی نکلا اور ھر تنک پختے ہنختے دل ہی خال میں توبہ کی کہ اے الہی اب اس روشن فکر کرو جہیں طبقے سے دُور ہی رہوں گا۔ تو نے توفیق دی تو شہر چھوڑ کر بن باس لے یوں گا۔ میرے جھلک گناہ معاف کر اور آئندہ جو ہونے والے ہیں انھیں بھی پہلے ہی سے بخش دے۔ وادہ دے میں۔



ٹھیک اس تھار باتھا کہ یا اسکس غصبہ میں ہنس گیا۔ تھیک سر بادگناہ لازم۔ اس سیاست سے اس جاں کی اک خورت کو طوئی پھوسے بخیر بھا ایا تھا میر بسیر تھی اُن میکی پسے رکھ دے رہی تھی۔

”تم کے بدمعاش آدمی ہو۔ وہ تو لقیار ہی۔“

”میں ولیس میں تھاری شکاری پنجاؤں کی۔“

”آجھی سپاری بادلی کر رہی ہیں۔“ زوبی طرح کر رہی ہے ایک گمراہ بدمعاش ہوئے لے آپ کو ماں نہ کہتے۔

”اے چھوڑ بول رہا ہے پیٹ پیاں ماں کوں ہی گالی ہے جو میں بیان تھی۔ آیا بڑا انھا تھا۔“

”اے آسمانوں کے مالک۔ تو نے تو رح کی کشتی طوفان سے نکالی تھی۔ میرا بھی ٹبراغڑا ہونے سے بچا۔“ میں آسان کی طرف باتھ ہوڑتے ہوئے غزوایا۔

”جلیس آنھی۔ آپ اندر جا کر ساری پھن لیجھے۔“

”نی الحال میں ہی دال۔ نے میں ہو راجا تاہو۔“

”میں بولا“ شام کواؤں گا۔“

”کسے حاصل کہو۔“ زوبی نے جلوی سے کہا۔

”یہ جو ری تھی کھڑی یہاں کھڑی ہے۔ وہ غنڈے آنکھے پا پولیں آنکھی تو پھر۔“

”میں اس نامراڈ کو بھی ساتھ ہی نئے جاتا ہوں نتھے کچھ بھی ہو۔“

”اے ماں۔ یہ زخم تو دھوڑا لو۔“ اس نے میری پیشائی کی طرف دیکھ کر کہا۔

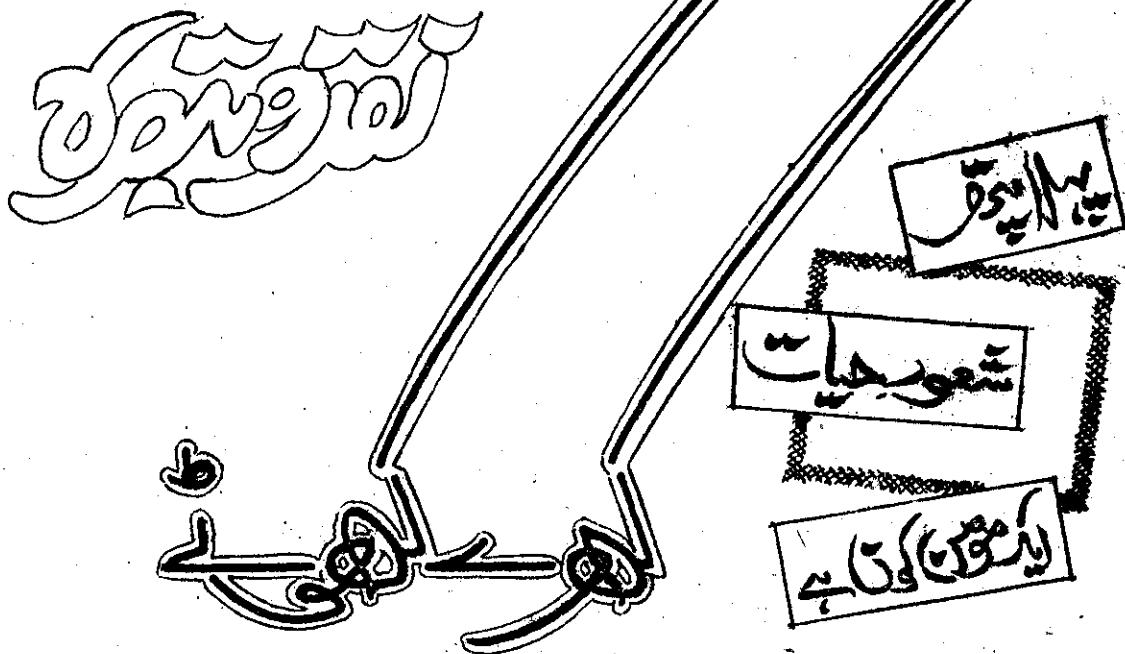
”بے شک۔ اس حالت میں تو طریقہ کا لطیل تک میر امزاج پوچھ ہی میٹھے گا۔“

آخراں منز جشیر ایک کرے میں سماں اور

میں باتھ روم میں ہیجا۔ آئندے میں دیکھ دیکھ کر جا ہوا

خون دھویا۔ داڑھی صاف کی۔ داڑھی بخاری

پر رحم آرہا تھا کہ میر بھی کیا کہتی ہوگی اس ناہنجار



ہل گئی اشک نہ اہستھے گناہ پنگی اسما  
جیسے بارش میں چانکوں نی دیواریں

ہر سو عذاب حشر کا منتظر دھائی دے  
دنیا تمام عرضہ محشر دھائی دے  
ذکرے کو دکھتے توہاڑوں سے بھی عظیم  
قطرے میں جھانکتے تو سمندر دھائی دے  
طاہر رحیم ایسے زخم دینے ہیں جیانتے  
چھوڑنا تیز کامیوں کا استردھائی دے

دکھنا چاہے اگر دنیا کا مستقبل تو من  
کا تیز کام برتن کسی پتھر کے اوپر پھینکدے

صحواں سے بتی پیاسی، بتی کماریں تیپا  
کس کس کا دکھ درد طے کس کس کا غم کھائے دل

### پٹلاتھر

مجموعہ کلام جناب طاہر تھری - صفحات ۱۳۸۸  
قیمت مجلد - چھ روپے۔ کاغذ سفید۔ لکھائی چھائی  
غثیت - شائع کردہ مکتبہ دین و ادب لیختن۔

جن غیر شہود شرعاً کے مجموعے ہمارے پاس  
آتے رہے ہیں ان میں طاہر تھری صاحب شاید  
رسے کے اچھا ہئے ہیں۔ ان کے یہاں اسلوب کی جویزت  
میں مگر خوشگوار اور سلیقہ منداشت۔ ان کے پر فراز  
میں علیحدہ تیز جملکت ہے۔ ان کے شہباز تخلیقی  
اوڑان خاصاً بالذین رکھتی ہے۔ وہ نو مشقی ہمیں  
معلوم ہوتے یہ الگ بات ہے کہ پختکی دم پخت  
کے مرافق سے نہ گذری ہے۔ ان کے یہاں غزل بھی  
ہے نظم بھی اور رباعی و قطعہ بھی۔ غزلوں کے چند  
اچھے اشعار الطور بنوئے نقل ہیں:-

بادل سندروں پر برستا چلا گیا

شب کی تہہائی میں ماضی کی پرانی بادیں  
تیر جاتی ہیں مری روح میں نشتر کی طرح

کیوں اتنا خوش ہے دور سے شعلہ نکو دیکھ کر  
یہ آگ میرے ٹھرمیں انہیں تیرے ٹھرمیں ہے

راز حیات و موت کا اظہار کر گیا  
غنجہ چک کے پھول بنا اور بھر گیا

دوستو، جو نہ چاہی شمع لیں یہی شعلہ چراغ منزل ہے  
ہائے ترکِ تعلقات کی ہتھی آسان ہے کتنی مشکل ہے

خرد رویہ گر کوچہ بکوچہ ٹھونکی ٹھوکو ٹھنکی بادشاہی

ہائے کیا دیکھنے کی خواہ تھی اور کیا دیکھنا پڑا مجھ کو  
تنتی ہی مشکل زمینوں میں ظاہر صاحبے اچھے  
اشعار نکالے ہیں جس سے ان کی قدرت کلام کا  
اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے یہاں بازاریت پاٹھیت  
یا جنسیت بھی نہیں۔ (اسی نئے ذیل کے ذکر میں ہیں  
ان کے تجویز میں ایسے لکھے کہ توڑوں میں دوڑیں  
ہائے یہ گورے جوان سال گلابی پیکر  
سب ہی خوش روہیں کے دلمینی بسا یا جا)

میں ایسا بدمعاش نہیں ہوں خدا گواہ  
میئے بھی جھٹے سے مجھ پر بھروسہ بھی مجھے  
صنعتی شعری کے لحاظ سے ان میں کوئی شعر  
بر انہیں لیکن پہلے شعر سے جنسیت ابل رہی ہے  
اور دوسرا شعر میں قاری کے ذہن کو لفظ بدمعاش  
نے ایک ناگفتہ گندگی کی طرف ملتافت کر دیا ہے۔

مٹھی میں بند ہے مری غرت کی انتہا  
دنیا سمجھ رہی ہے کہ کچھ پائیا ہوں میں

فرشتہ ٹھائیں قشم جس کی اکبازی کی  
وہ تیرے شہر میں رسوا دھانی دیتا ہے  
ریہاں بصرہ نکار کو مولا ناموددی  
یاد آگئے)

ہم نے طاہر جس نگہی میں جا کر کی تبلیغ دفا  
اس نگہی کے ساتھ یاسی دودھ پڑھ کر نظر

جر جتیں ہوں مرے جسم کی کہڑی کا کرب  
ہپراں عذاب ہے، احساس ہی سے وابستہ  
نمی غزل کو سنواروں کل میں ہی اس طاہر  
یہ کافر ہے مری زندگی سے وابستہ  
دیر تشریق درے خود تاتی پر مبنی ہے اس لئے  
ہمیں تھجڑیاں پسند نہیں لیکن اس میں افظع  
”کافرہ“ بہت خوبصورت اور برحمل ہے جس  
نے وجد ان پر رہی بوند سی پڑھا دی)

پر روح میں چھپتا ہوا احساس کا کا نٹا  
اک زہر میں ڈوبے ہوئے یہ کام کی طرح ہے  
بار بکسے آچھل میں ترا چاند سامکھڑا  
وال اللہ چراغ تہہ دا ماں کی طرح ہے  
اں قریب انسان کا ہر مستلہ طباہ  
پیچیدگی بسوئے جاناں کی طرح ہے

میں کس طرف گیا تھا کسی کو خبر نہ تھی  
میرا ہی نقش پا مجھے بدنام کر گیا

بر کھاکی تیز دھوپ میں جلتی تھیں کھیتیاں

کا حال معلوم کرنا طاہر صاحب کے نزدیک حقیقت پسندی نہیں بلکہ ایک طرح کا دھوکا اور فری خود کی ہے گر اچھے تھی صفت پر یہ شعر ملتا ہے:-

ریگ ساحل پیوں مگر پیاس بجھائے بنے

اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو مٹانے نہ بنے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے نزدیک ہاتھوں کی لکیریں واقعی نوشتہ تقدیر ہیں۔ اس تضاد خیال کو آئندہ سامنے نمایاں نہ ہونا جائیتھا۔

ایسا ڈھلا ہے ساختے میں اس کا سارہ دل جنم  
سایہ بھی ہوتا قد کے برابر دکھائی دے

مطلوب ہماری بھی میں نہیں آیا۔ پہلا مصر عجم بوج کے بدن کا حسین تر تناسب بیان کر رہا ہے مگر سائے کے سائز کا اعضاۓ جسم کی موزونیت سے کیا تعلق اس کا دار تو جسم اور روشنی کے زاویوں یہ رہے۔ پھر سائے کا قدر کے برابر دکھائی دینا کیا تھوڑی دلیل ہے۔ ایک سے زائد شعروں میں ”رنگ در پ پڑھنا پڑا۔ واوز اندر ہے۔ حماۃ“ رنگ روپ درست ہو گا۔

آج کادن بھی پوں ہی گذر آج بھی آس کا ط دو باجا:-  
”آس کا ڈو باچاند“ میں ناگوار تعقید ہے۔  
”آج بھی ڈو با آس کا چاند“ گہدیتے تو تلقیہ نہ ہو  
اور قافیہ بھی قائم رہتا۔

پہنچنے کبھی میں لٹکوں جو دل کے شیش محل پر تھر  
”کسی“ کی آس قدر دب گئی ہے کہ وجہ ان کر کر اگیا۔ یہ غیبت ہے جس سے پرہیز کی ضرورت ہے جس کے ستر کے اوپر پیدا ہو چکا اس کا پوچھا اور بچکے کے بدلتے میں اتنی تیلے ہیں لکڑ تھر  
اس شعر کا مفہوم صرف وہی لوگ بجھ پائیں ہے جن کے مطالعہ سے وہ حدیث رسول اللہ می ہو جزا یہ ترجمہ ہے۔ آج کے اور دخانوں میں تو ایسے قاتروں شاید دس فی صدی بھی مستیاب نہ ہوں۔ اکثر لوگ

لفظ بدمعاش دیسے بھی غزل کی نرم و نازک، شستہ اور شریفانہ زبان کے لئے ناجنس ہے۔

دوستا خبر خواہی کے طور پر ہم بعض اور اشعار پر بھی کچھ عرض کریں گے۔

میں ایک ڈوبتا سورج ہمنی مگر اب بھی سیاہ رات کی دیوار پھاند جاؤں گا

اول تو تمثیلوں گنجلات ہے۔ دوسرا سیاہ رات کو دیوار سے تشبیہ دشمن اس بہتیں معلوم ہوا۔ رات ایک بے گناہ تھیلا تو کا تصور دیتی ہے جب کہ دیوار میں نہ پھیلا ہے نہ سکراں۔ علاوہ ازیں سورج کی جانی پہچانی رفتار سے ”پھاندنا“ مناسب نہیں کھتنا الگ ہم غروب سس کا بیان ان لفظوں میں کردیں کہ ”سورج افق کی دوسری سمت کو دیا۔“ ٹویہ قلن پہنچا شاعری نہیں۔

میں ایک جہاں ہوں بانی کا سطح دریا  
مجھے نہ ہاتھ لکھا تو کہ ٹوٹ جاؤں چاہا

بہاں میں کام مرداق مہم ہے۔ صاف نہیں  
ہوتا کہ کون کس حالت میں کس سے مخاطب ہے۔

چھار ہی پگڑی دے کے بایاں خدا ہنگر کر  
ھر کے دروازے پس کا نام لکھا ہے سچ

اس طرح کے اشعار ”غزل“ میں مندرج نہیں ہونے چاہئیں۔

مگر کس کا رنج کیجئے کس کس کو روئیے  
کیا کیا نہ آفتاب اندر ھیروں میں ھوئے  
پہلا مصر ہم تو ارد ہے۔ بچپن سے سنتے آئے ہیں  
کس کس کا رنج کھائیے کس کس کو روئیے  
انے ہی غم میں لطف ہے ہنخ طھدھات کے تینے  
اسی صدقہ پر شعر ہے:-

کیا کہتے کیسے کیسے حقیقت شناس لوگ  
ہاتھوں کی آڑی تر ھی لکیروں میں ھو گئے  
اس سے پتا چلتا ہے کہ ہاتھوں کی لکیر دل سے مستقبل

بتکہ میں ہو جیسے کوئی ناز نہیں تھا  
یہ شاعر اپنے میں دھوم مچانے والا ہے مگر متبین  
تجزیہ میں کچھ نہیں رہتا " بت " شاعری کی زبان  
میں تینہ کو کہتے ہیں۔ اگر دل کو بتکے سے شبیہ  
دی کئی تو وہ شبیہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہاں بہت سی  
حیلاؤں کی خیالی شبیہیں موجود ہیں۔ پھر جو ب  
کی یاد تھا کہاں رہی۔

بھی بھی ہوئی ہے انڈھیرا لگبندی ہے  
میں ہر میں قید ہوں مرا سایہ فرمیں ہے  
ہماری تو بھیں تی انہیں مطلب۔

میں غزل ٹھاکے سنا نے پہ کر لبھے ہوں  
اج اسے یوں بھی سنا نے پہ کرستہ ہوں  
عجیب شعر ہے۔ آخر کیا بات ہوئی۔

اس کی دو شیزی کو کیا کہتے  
جیسے اک بے پڑھی کتاب کی رنگ

رویف ہیاں دھوان دھوان ہو گئی۔ " زنگ " ۔  
اگر حقیقی معنی نہیں لیا جائے تو بات کچھ نہیں بنتی۔  
کتاب کا جونگ سے وہی رہے گا خواہ پڑھو یا نہ  
پڑھو۔ اور اگر جب اس حالت و کیفیت کے معنی نہیں  
لیا جاتے تب بھی ابہام کا خبار صفات نہیں ہوتا۔

بھری ہی سہی بادہ فوشی مگر بقدر ضرورت بڑی تجزیہ ہے  
بڑی تجزیہ کیوں اور کیسے ہے اس کا کوئی ثبوت  
شعر نہیں موجود نہیں۔ " بقدر ضرورت " نے ملکان  
بھی ختم کر دیا کہ " بادہ " کو استعارہ بھی لیا جاتے۔  
بحالت موجودہ تو وہ وہی اُم الجماالت ہے جسے  
دو کوڑی کے لوگ بھی چند پیسے خرچ کے پی لیتے ہیں  
ایسے فضول شعروں سے بخناچا ہیئے۔

یوں بڑا بڑا ماغ ہے طاہر لیکن اپنے ہنر میں کامل ہے  
یہ شعر اگر کہتا ضروری تھا تو اس وقت کہنا  
تھا جب مفترم شاعر واقعی مکال ہنز کے سوار بلند پر  
پڑھ جاتے۔ فی الحال ایسا بھذا خوش بھی ہے اور

حیران ہی رہ جائیں گے کہ یہ کیا کہا ہے کیوں کہا ہے۔  
پھر لفظی درست بھی جما ہوا نہیں ہے۔  
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے سیکڑوں شعارات احادیث  
آیات کاموں میں خلاصہ یا ترجیح میں لیکن سیحان اللہ  
روانی، شفقتی اور قادر الکلامی کے سرمایہ دار اس  
بھر کا حسن یہ ہے کہ ہر صورت دبرا بزرگے مکمل ہوں  
مشتمل ہو جیسے ہم اچھے شعروں میں اسی خذل کا  
قطع نقل کر آتے ہیں۔

ہم نے طاہر جس نگاری میں — جاگر کی تبلیغ و فکر  
دولوں برابر کے مکمل ہے۔ لیکن مذکورہ شعر میں  
یہ بات نہیں۔

جس کے قبتر کے اوپر پیٹے — داہو بھر اسکا ہو گا  
اور بچکے بدلتے میں زا۔ فی کیلے نہیں نکلنے پھر  
گوتا ہر صورت میں ایک لفظ کے دو پارے  
کرنے پڑتے ہیں۔ اگر یوں کہہ لیتے تو شاید ہر تھہ نہ ہتا۔

جس کے قبتر پر پوچھ بات اسے لانا جائیگا  
سرد وہ عالم نے فرمایا زلفی کو میں نکلنے پھر  
اس میں کسی لفظ کی تخصیف بھی نہیں کر دی پڑی  
اور ہر پڑھنے والے کو معلوم ہو گیا کہ یہ تھی حدیث  
کا مفہوم ہے۔

تم نے جو بھکر دیا ہے لیلو میرا خپڑی مجھے واپس کر دو  
و اپس دیدو کہتے تو مطلع نہیں بھر پوچھا تا۔  
اٹھا تھا غلغلهٴ صحیح سن کے میں بھی ملک  
ستاے بھرے تھے اور دو تک نہ صورتھا  
و سر امصر عربست بھی ہے اور مکزاد بھی۔ کیا  
فرج تھا الگ روں کر لئے۔

نظر اٹھاتا تو پچھا اور بھی اندھرا تھا  
لہے مجھے قتل کرنے کے بعد بہت بیرون تارہ آفتاب  
پیتا نہیں " آفتاب " سے کیا مراد ہے اور افتاب  
قتل کرنے کا س فعل کی تعبیر ہے۔ اس طرح ہے یاد اس کی دل میں جا گزیں تھا۔

کہ اس شعری مجموعے نے ادب کو کچھ دیا ہے اور اہل ذوق اس سے لطف اٹھا سکیں گے۔ (۴۔۴)

## شعر حیات

مجموعہ کلام جناب میمین بدایوںی۔ ایم۔ اے۔ صفحات ۲۴۔ کاغذ رفت۔ لکھائی چھپائی چھٹا۔ قیمت دور پرے ۵ پیسے۔ شائع کردہ۔ سنوار بیشنگ ہاؤس۔ لولین۔ بندی ۲۷۔

وچھے شیر کم ہی میسر آتے ہیں۔ اگر شاعر کو کوئی اچھا مشیر مل گیا ہوتا تو ابھی یہ مجموعہ کلام نہ چھپنا یا چھپتا تو بہت چھان چھٹا کے بعد اور اچھی طباعت و تکاتب کے ساتھ۔

ان کا انداز بیان سادہ اور پہلا چھٹا کا ہے۔ تمیل بلند نہیں بلکہ کہتے کہ پست بھی نہیں۔ طرزِ اخہار اور خیالات دونوں میں قدامت کارنگ اتنا ہے کہ پہلا رسال پہلے بھی یہ مجموعہ جھپٹ سکتا تھا۔ خدا کیسے اسے پچھڑ پڑھنے والے لفیض ہو جائیں گو تو قع تو نہیں کہ یہ دعا مقبول ہو گی۔ خدا کار ساز ہے۔ (۴۔۵)

## WHO IS A MUSLIM?

ایک ہم من کون ہے؟

از:- جی غوث، انصاری حضرا۔ صفحات ۱۔  
قیمت تین روپیہ۔

شائع کردا:- جی غوث، انصاری حضرا۔  
سردار نیز ۹۔۳۰-۱۴ ملک پریٹ۔ حیدر آباد ۳۶

غوث انصاری صاحب نے اس چھوٹی ٹسی کتاب میں قرآن مجید کی آیات کا وہ انتخاب مختلف اخلاقی ترادیوں سے بیش کیا ہے جو اللہ کی نظر میں ایک حقیقی ہم من کی تصور پرستی کرتی ہیں۔ بیش لفظ کے اسلیک

خط ناک بھی! یہ کیف پہار اور یہ بدمست گھٹائیں: اسے میں کوئی ساقی میخانہ پلا پھول دوسرا مصروف کی تعقید و جدان کو بدمزا کرنے والی ہے۔ پھر پھول کوئی سیال نہ تو نہیں کہ پہنچ پلانے کا سوال پیدا ہو۔

غزوں کے بعد ظلیں اور ربانیات و قطعات ہیں۔ ان کے بعد ایک صفحہ پر متفرق اشعار ہیں۔ اس میں ایک شعر لکھا ہے۔

چھین لیں تھے سے اجالوں نتھی یادیں بھی اس سکھتھا کہ دنیا میں انھیں اندھیرا ہوتا ایک اور شعر۔

دنیا سے قہزاد طرح کی امید تھی

جب صرف عملاً تو نہیں تھی مجھے  
دوسرے مصروف کس قدر پس اے۔ بحثتہ، تکھا  
اور روان۔ جیسے سائچے میں دھعل کر نکلا ہو بلکہ پہلا  
مصروف اس پائے کا نہیں۔ شاید یہیں زیادہ بہتر رہتا۔

دنیا سے باندھ لی تھیں بزاروں تو قعات  
اور لغزش کا غصر شامل کرنے کے لئے یوں بھی کہا جا سکتا تھا:-

تھیں انکی بارگاہ سے کیا کیا تو قعات

بہر حال دوسرا مصروف دس غزوں پر بھاری ہے۔  
دل تو بڑی نازک شے ہے بلکہ راکھنکیوں ہو جائے  
چھٹائیں بھی جب لوگی ہیں تو ان سے بھی نکلی اُگ  
دوسرے مصروف یوں ہوتا تو زیادہ روان اور  
قصیر ہوتا۔

چھٹائیں بھی جب لوگی ہیں ان سے بھی نکلی ہے اُگ  
ویسے معنوی اعتبار سے شعر قابل نظر ہے۔

حصہ نظم قابل ذکر نہیں۔ بعض ربانیات اور  
قطعات اچھے ہیں۔ لطور حاصل یہ کہنا غلط نہ ہوگا

گیا ہے جن میں کچھ کا تعلق مومن کے قلب و نظر سے ہے اور کچھ کا تعلق مومن کے کردار و عمل سے ہے۔ جہاں تک انگریزی زبان کا تعلق ہے ترجمہ کے حسن کو حقیقت کا آئینہ دار بنانے میں کافی کاوش سے کام لیا گیا ہے۔ ان اعتبارات سے تو یہ کوشش لائیں سناش ہے اور قابل قدر ہے کہ یہیں ایک لیما یا اسی بھی ضرور ملیں جس سے ہلکی سی ٹھنک پیدا ہوئے بغیر نہ رہی۔ ایک تو کتاب کی طباعت کی صورت میں چم میں غفلت جس کے نتیجے میں ایک ایک صفحہ پر بعض جملے تین تین خاطریاں نظر آتیں (مثل صفحہ ۵ پر جملے پیر اگراف میں ۳۰۵ زائد۔ پیر اگراف ۵ میں

پیر اگراف ۷ میں OVERCOME کے بعد OVER کے بعد اور حضن اور صفحات کی خصوصیات کی خصوصیات کی قیمت مفصل شکل میں تین روپے! کاش مترجم ہو صرف آئندہ ایڈیشن کے وقت ان دو خلاشیوں کو بھی دور کر سکیں۔ (تمس تو یہ)

جلد سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف اور مترجم قرآن مجید نے کس قدر متاثر ہیں اور کس جذبہ کے ساتھ انھوں نے اس کتاب کو تحریر کیا ہو گا۔

”قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہی انھوں سے انہوں جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ دلکشی اور حاذبیت ترجمہ میں پہنچ کر میسر کم ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن قرآن کا صوتی حسن ترجمہ میں منتقل نہ ہو سکتے پیر اس کے معنوی حسن و جمال کی ترواٹ ایک نہیں کیے قلب و قلم کے ذریعہ ترجمہ سے بھی ہر حال ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے مختلف اور مترجم الفہاری حصے در مقاصد کے تحت انگریزی میں مومن کی یہ تراجم تصویر و کھاتی ہے ملک مقصد یہ ہے کہ مومن خود اپنی حقیقی تصویر کو پاس کے — دوسرا مقصد یہ ہے کہ ایک غیر مومن اج کے نام نہاد مسلمانوں کو دیکھ کر یہ دھوکہ نہ کھاسکے کہ مومن ایسا ہی ہوتا ہے اور مومنانہ زندگی کی ادائیں کو اڑتیں مختلف زاویوں سے مختلف خصوصیات کے ذیر عجز ان کھایا

## جو ارش جالینوس خاص

جو ارش جالینوس طب یونانی کا دنہ نادر نایاب تھے ہے جس پر بجا طور پر فخر کیا جاتا ہے مگر غیر ذمہ دار عطاوں نے اس بی نظیر مرکب کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے اور پورے اجزاء اور استعمال جنک کے خواص کو پاول کر ایک معقول مرکب بنادیا ہے۔ ہم نے جو ارش جالینوس کو پورے اجزاء اور تکنیکی یا ریکیوں اور نزدیکیوں کے ساتھ تباہ کیا ہے جو اصلاح معده اور تقویت معده کے علاوہ اعضا اور بیماری کے لئے بی نظیر مرکب ہے۔ اس کا استعمال قبل از وقت بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ جسم کو قوت حراست اور توانائی بخشتاتا ہے۔ یہ جو ارش قدر دالوں اور ضرورت مندوں کے لئے بقین داعماً کے ساتھ لا جواب بخش کش ہے۔ قیمت تین روپے تو لم علاوہ مخصوص ڈاک۔ ۵ روپے سے کم روانہ نہیں کی جائے گی

### حکیم شاہ سعید

## روشن فماع پس

روشن فماع پس ادمانگوئی کرتی ہے۔ مانظہ اور ذہن کو تیز کرتی ہے۔ یادداشت کو کو قوت کو پڑھاتی ہے۔ دماغی تھکن کو دور کرتی ہے۔ روخت بادام اور پرنسی بیٹی اس کے خاص جملہ ہیں۔ جالینوس دن کا کورس۔ قیمت پانچ روپے علاوہ مخصوص ڈاک — روشن فماع کاریا لیہ پر گیٹ پھوپال

**رویت ہالاں کا سلسلہ** پچاس سے زیادہ کتبہ پیشہ  
اصول حدیث، مشرح و تفسیر،  
فقہ و اصول فقہ اور فتاویٰ کے ہزاروں صفحات کا پنج قرآن  
قیمت — پانچ روپے۔

**بنیادی قرآنی تعلیم** پچوں سے لیکر بڑوں تک اور  
مقدمہ کتاب۔ قرآنی تعلیم زینہ بزینہ۔ ہر مسلمان حضرت کی  
تحقیقہ۔ قیمت — پانچ روپے۔

### ادب ثقافت

**ایک منزل کئی قافلے** حج کا ایک پرسوٹ، دلچسپ اور  
ایمان افراد سفر نامہ۔ یعقوب  
ہنر و شعر کے قلم سے۔ قیمت — ڈھانی روپے۔

**کنسروارڈ** ایک روپی نادول اور دلباس میں۔ اس کے  
تصنیف ایک نیز ندر لینٹن کو نوبن پر اُزر  
دیا گیا۔ قیمت تین روپے۔ حکمت دوم — چار روپے۔  
پھر کے دلوں اچھے عترت انگریز آپ بتیاں۔ غیر ملکی ادب  
کاشا ہمکار۔ ترجیح تلیں۔ ایک روپی۔

**چین کا بدلتا سماج** ادو بالع نظر مصنفوں کی تصنیف  
اگر دو اس کتاب کو اور دلباس  
پہنچا کر دیا ہے۔ قیمت — صرف ایک روپہ۔

**آج کا چین** اس کتاب کے مترجم روزنامہ الجیعۃ کے مدیر  
کی شلفتگی اور زبان کی چاشنی سے اس کا ہر ورق محمور  
ہے مچا۔ قیمت — ایک روپہ۔

**ایک روپی سائنس رائے تحریت سرخ چین میں** نامہ ہے  
کی خیر معمولی نوعیت اور شش کا اندازہ کر لیجئے۔ ایک روپہ۔

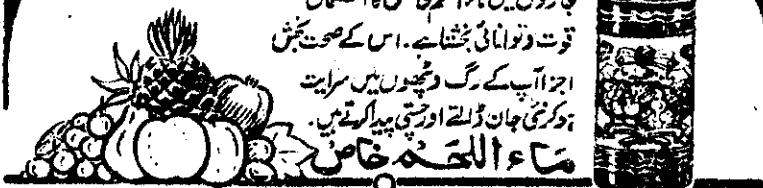
**اشسر فی بہشتی ریور گلکسی** بہشتی زیور مختلف اداروں نے  
چھاپا ہے لیکن جواہری اور  
کتابت و طباعت وغیرہ کے اعتبار سے اشسر فی بہشتی زیور  
ایک انتیازی شان رکھتا ہے۔ یہ آپ ہم سے طلب  
کر سکتے ہیں۔ مکمل کی قیمت چالیس روپے۔  
دد جلد وہیں مکمل جلد۔ اٹھائیں روپے۔

**مارہب اور سائنس** فلسفہ، کلام اور سائنس کے باری  
تعلیم اور اثرات پر علمی نقطہ  
نظر سے بحث اور فلسفہ، سائنس کا جدید تحقیقات کی  
روشنی میں قرآنی حقائق کا اثبات۔ جلد بارہ روپے۔  
**مالا تباہات المفیدہ** مولانا اشرف علی خاک کے خامہ  
زندگار سے بعض ایسے شہرت و  
اعتزازات کی تباہات جو نئے دور کی پیداوار ہیں۔  
قیمت — تین روپے۔

**تاریخ اسلام کامل** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دور مبارکے سے بہت بعد  
تک کی یہ فصل اور دلچسپ اور مستند تاریخ مولانا اکبر  
شاہ حبیب آبادی کا دوہ مقبول کارنامہ ہے جس نے ان  
کے نام کو زندہ جاوید بنادیا ہے۔ ہنگاموں سے لبریز  
جنہ شمار سالوں کی بی طویل داستان صرف داستان نہیں  
 بلکہ تجھیہ عترت بھی ہے۔ ہم مسلمان ہو کر بھی یہ نہ جائیں  
کہ سماں اضافی کیا رہا ہے تو محرومی کی بات ہے۔ عمدہ  
کتابت و طباعت اور اچھے کا غذ پر یہ شاندار کتاب  
تین جلدوں میں چھاپی گئی ہے۔ مکمل دلچلہ سماٹ روپے  
**المஹ عربی کا المبیہ** قرآن حکیم کے مطابعے اور قابوں  
فطرت کی روشنی میں تحلیل و تجزیہ  
کا نزہ اور حسابہ۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے گہرے بر  
قلم سے۔ قیمت — چار روپے۔

## صحت کا توازن ...

جاڑوں میں املاح خاص کا استعمال  
تو توانائی بخشنادے۔ اس کے صحت بخش  
اجرا آپ کے رگ و پھریوں میں سراز  
ہو کر نیچان گلے اور سچی بیداری میں۔



غذائیت اور توانائی سے بھروسہ بہترین بیانک



رو اخاذ طبیعی کا لیں سامنے یونیورسٹی علی گلڈ

## سرور د خوشی چاہئے والوں کے لیے

### لہمینہ

مردوں اور موڑوں کے لیے ایک نئی قوت  
و گزری اوس کے آسان و طلاق پر بہادر کو  
تحقیقات اور تجربات کا نتیجہ سے  
سمیئناً میں تو اسی اور تغیری سے بھروسہ چالیں  
حوالہ جسم اس کے بھانکر صحت اور طاقت ور بیانک ہیں  
آپ بھائیوں کا لیے۔

### لہمینہ

جسمانی قوتوں کی بیداری کے لیے

